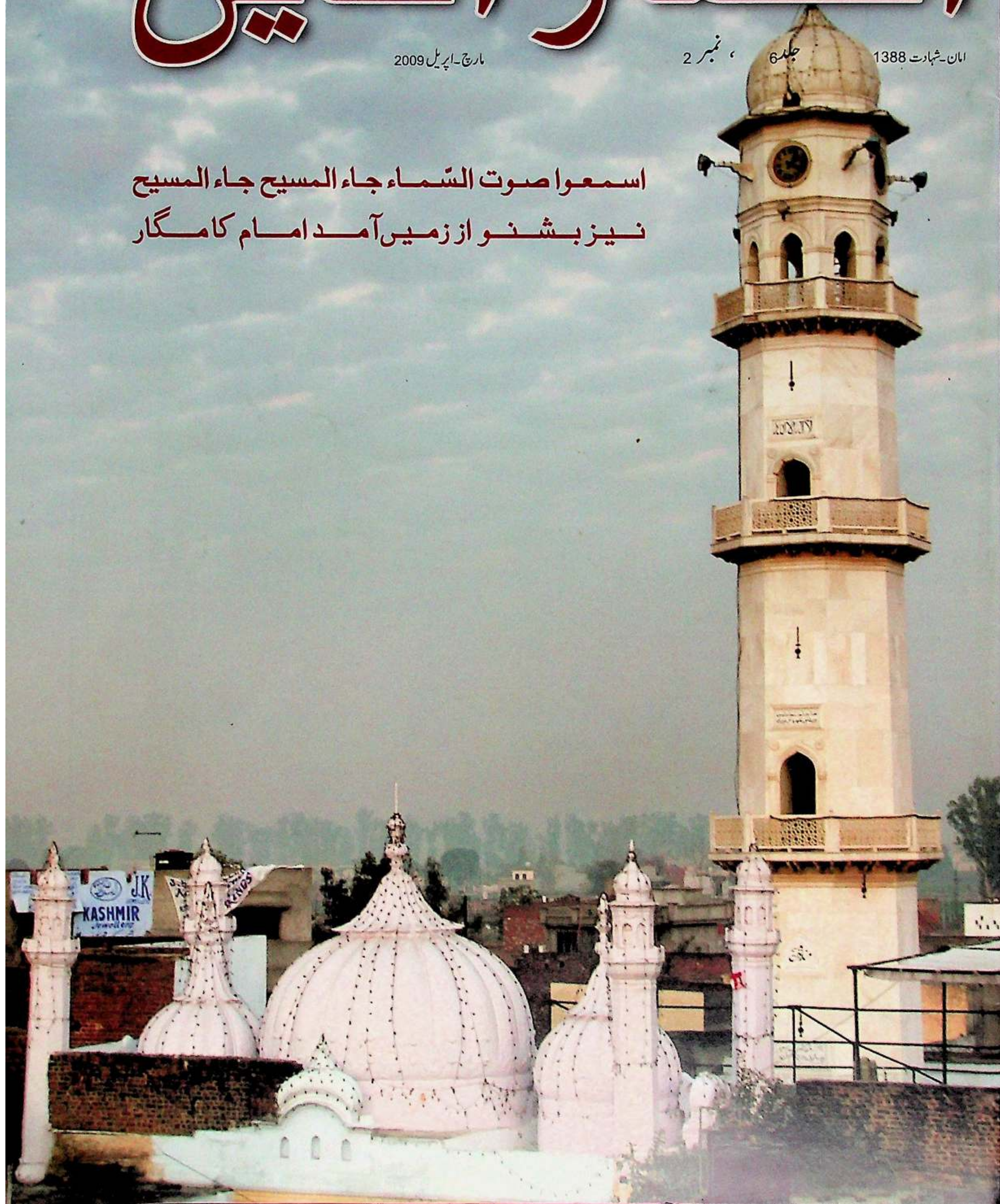
مجلس انصاراللہ یو.کے. کا علمی تعلیمی و تربیتی مجلہ

انصار الدین

امان-شہادت 1388 جلد6 ، نمبر 2 مارچ-اپریل 2009

اسمعوا صوت السّماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار





Sahebzada Mirza Shareef Ahmad[ra] with his father
Hadhrat Mirza Ghulam Ahmad Qadiani[as](The Promised Messiah)

﴿بسم الله الرحمٰن الرحیم نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم وعلیٰ عبده المسیح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد ۶ نمبر ۲

مارچ / اپریل ۲۰۰۹ء

انصار اللہ کا عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔

(انشاء اللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

اداریہ	۲
درس القرآن	۳
حدیث النبی ﷺ	۴
کلام الامام علیہ السلام	۵
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام اور دعویٰ	۷
فضائل قرآن مجید	۱۴
اسلام کا بطل جلیل	۱۵
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دوستوں اور دشمنوں سے سلوک	۲۳

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF e-mail address: ansaruddin_uk@yahoo.co.uk

اداریہ

آج سے تقریباً سوسال قبل سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر اس بات کا اعلان کیا تھا کہ ابھی تین سو سال پورے نہ ہوں گے کہ کیا مسلمان اور کیا عیسائی حیاتِ مسیح کے عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور بالآخر دنیا میں ایک ہی رسول یعنی محمد ﷺ اور ایک ہی مذہب یعنی اسلام ہوگا۔ ایک سو سال کے اس عرصہ میں ہم اس اعلان کی سچائی کے پورا ہونے کے آثار دیکھ رہے ہیں۔ آج عیسائی دنیا بظاہر دنیاوی لحاظ سے طاقت ور ہے اور اکثر دنیا کے ممالک پر ان کا تسلط ہے مگر مذہبی لحاظ سے وہ ایک خاموش تلاطم کا شکار ہیں۔ ان کی اکثریت اپنے مذہب یعنی عیسائیت سے برگشتہ اور لاتعلق ہو چکی ہے اور انہیں اس میں کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہوتی۔ اکثر نوجوان نسل اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ ان کی عقل عیسائیت کے کھوکھلے عقائد کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں اور اس مذہب میں ان کی روحانی تسکین کا سامان موجود نہیں۔ یہ بات بعض نوجوان عیسائیوں کو مذہب سے ہی بیزار کر رہی ہے مگر کچھ ایسے بھی ہیں جو دوسرے مذاہب میں، بالخصوص اسلام میں سچائی کی تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں کہ جب وہ اسلام کی تعلیم کا مطالعہ کرتے ہیں تو انہیں اسلام میں عقلی اور منطقی طور پر ایک کشش محسوس ہوتی ہے اور وہ اسلام کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

فی الحال اسلام کی طرف مائل ہونے والوں کی تعداد بظاہر بہت بڑی نہیں مگر عیسائی دنیا کے لئے یہ رونا قابلِ برداشت ہے اور ان کے ہاں خطرہ کی گھنٹیاں بج رہی ہیں۔ ایک طرف ان کی مجبوری اور بے کسی ہے کہ انہوں نے اپنے مذہب کو بے شمار جھوٹے عقائد اور فلسفوں میں باندھ دیا ہے جو کسی صاحبِ عقل کو اپیل نہیں کرتا اور دوسری طرف وہ اسلام کی طرف مائل ہونے والوں کو روک نہیں سکتے۔ عیسائی دنیا نے اُس کا ایک ہی حل تلاش کیا ہے کہ ایک بہت بڑی سوچی سمجھی سازش کے ذریعہ اسلام پر مختلف جہات سے حملہ کیا جائے اور لوگوں کو ہر ممکن طریق سے اسلام سے متنفر کرنے کی کوشش کی جائے۔ انہیں بتلایا جائے کہ اسلام ایک گھناؤنا مذہب ہے اور اس کے پیروکار دہشت گرد ہیں۔ اسلام کے خلاف اتنی نفرت پھیلادی جائے کہ کوئی شخص اسلام کی طرف مائل ہی نہ ہو سکے۔ یہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے کہ کبھی کارٹون بنائے جاتے ہیں اور کبھی فلمیں، یہ سب اسی سازش کا حصہ ہیں۔ کبھی اسے آزادیٔ ضمیر کا نام دیا جاتا ہے اور کبھی جدید تحقیق کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن میں نہایت ظالمانہ طریق پر جھوٹ اور دجل کے ساتھ بانیٔ اسلام، قرآن اور اسلام پر حملے کئے جا رہے ہیں۔ اسی طرح کی ایک کتاب ایک امریکی Don Richardson نے "Secrets of the Quran" کے نام سے لکھی ہے جسے دجل وفریب کا شاہکار قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کتاب میں اعتراضات تو وہی ہیں جو عرصہ دراز سے دشمنانِ اسلام کرتے چلے آ رہے ہیں اور ان کے تسلی بخش جواب موجود ہیں۔ اس کتاب میں نئی بات صرف یہ ہے کہ یہودیوں اور سیاست دانوں کو اکسایا جا رہا ہے کہ دونوں طاقتیں مل کر اسلام کے خلاف صف آرا ہو جائیں تا کہ لوگ اسلام سے بدظن ہو کر اس کی طرف مائل ہی نہ ہوں۔

اسلام کی نشاطِ ثانیہ ہی جماعت کی تاسیس کا حقیقی مقصد ہے۔ اپنے آغاز سے ہی جماعت منظم طور پر اسلام اور اس کے مقدس نبی ﷺ کے دفاع کے لئے کھڑی ہے اور ہر موقعہ پر دنیا بھر میں اس نے اس دفاع کا حق ادا کیا ہے۔ امام جماعت احمدیہ نے 2006ء کے خطبات میں جماعت کو اس طرف توجہ دلائی تھی کہ اس بات کی ضرورت ہے کہ تمام جماعت ایک نئے جوش اور ولولہ کے ساتھ اسلام کے دفاع کے لئے برسرپیکار ہو جائے۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تین نکات پر زور دیا تھا کہ ہمارا ردِعمل یہ ہونا چاہئے کہ ہم تبلیغ کے میدان میں سرگرم ہو جائیں اور دنیا کو اسلام کی خوبصورت تعلیم سے آگاہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ پر لکھی گئی کتب غیر مسلموں میں تقسیم کریں تا کہ انہیں پتہ چلے کہ اسلام کی تعلیم اور اس کے رسول کا اسوہ حسنہ کتنا دلکش ہے۔ دوسرا یہ کہ جو لوگ کسی بھی رنگ میں اخبارات اور رسائل میں اسلام کے حق میں مضامین لکھ سکتے ہیں وہ ناموس رسول کے دفاع کے لئے اس قلمی جہاد کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ تیسرے یہ کہ جماعت کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے کہ احمدی نوجوان جرنلزم کی تعلیم حاصل کریں اور اس ذریعہ سے میڈیا میں نفوذ حاصل کر کے اسلام کا دفاع کریں۔ واقفینِ نو کے والدین کو اس طرف خصوصی توجہ کرنی چاہئے۔ پھر حضور انور نے دعاؤں پر زور دینے کی بھی تلقین فرمائی۔ خدا تعالیٰ کرے کہ جماعت احمدیہ ان ہدایات پر عمل پیرا ہو اور ہمارا شمار توحید کو قائم کرنے والوں، اسلام کی سربلندی اور ناموس رسول ﷺ کا دفاع کرنے والے لوگوں میں ہو۔ آمین۔

درس القرآن

هُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیِّیْنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ وَھُوَالْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ
(سورۃالجمعۃ:۳ و ۴)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

اس آیت کریمہ میں ایک شخص کے ظہور کی خبر دی گئی ہے جو کہ امّت محمدیہ میں مبعوث ہوگا اور وہ ایمان کو اگر وہ ثریا ستارے پر بھی ہوگا تو واپس لائے گا سو اس میں جس موعود کے آنے کی خبر دی گئی ہے وہ وہی مسیح اور مہدی ہے جس نے اشاعت اسلام کی خاطر اذن الٰہی سے آج جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی ہے۔ مذکورہ آیت کی تفسیر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ملاحظہ کریں:

"......زمانے تین ہیں ایک اوّل جو صحابہؓ کا زمانہ ہے اور ایک اوسط جو مسیح موعود اور صحابہ کے درمیان ہے اور آخری زمانہ جو مسیح موعود کا زمانہ اور مصداق آیت آخرین منھم کا ہے۔ وہ وہی زمانہ ہے جس میں ہم ہیں...... چنانچہ اس زمانہ کے لوگوں کی نسبت آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں خَیْرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَوَّلُھَا وَ آخِرُھَا ۔اَوَّلُھَا فِیْھِمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسَلَّمَ وَ آخِرُھَا فِیْھِمْ عِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ وَ بَیْنَ ذٰلِکَ فَیْجٍ اَعْوَجَ لَیْسُ مِنِّی وَ لَسْتَ مِنْھُمْ یعنی امتیں دو ہی بہتر ہیں ایک اولیٰ اور ایک آخر۔ درمیانی گروہ ایک لشکر کج ہے جو دیکھنے میں ایک فوج اور روحانیت کی رو سے مُردہ ہے۔ نہ وہ مجھ سے اور نہ مَیں اُن میں سے ہوں۔......اور اس جگہ ایک نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ جیسا کہ اللہ جلّشانہٗ نے ظاہر الفاظ آیت میں وَ آخَرِیْنَ مِنْھُمْ کا لفظ استعمال کرکے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ لوگ جو کمالات میں صحابہ کے رنگ میں ظاہر ہوں وہ آخری زمانہ میں آئیں گے۔ ایسا ہی اس آیت وَ آخَرِیْنَ مِنْھُم لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کے تمام حروف کے اعداد سے جو ۱۲۷۵ ہیں، اس بات کی طرف اشارہ کردیا جو آخَرِیْنَ مِنْھُم کے مصداق جو فارسی الاصل ہے، اپنے نشاءِ ظاہر کا بلوغ اس سن میں پورا کرکے صحابہ سے مناسبت کرے گا۔ سو یہی سن ۱۲۷۵ ہجری جو آیت وَ آخَرِیْنَ مِنْھُم لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کے حروف کے اعداد سے ظاہر ہوتا ہے، اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے، جو آج کے دن تک ۳۴ برس ہوتے ہیں۔" (آئینہ کمالات اسلام۔ صفحہ ۲۰۹ تا ۲۲۰)

جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام، بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے مفاسد کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ آپ اپنے دعویٰ کے مطابق مسیحیوں کے لئے مسیح اور مسلمانوں کے لئے مہدی اور ہندوؤں کے لئے کرشن یا ہند کلنک اوتار ہیں۔ غرض آپؑ کے وجود میں اللہ تعالیٰ نے سب قوموں کی امیدوں اور آرزوؤں کو جمع کردیا۔ آپؑ وہ نکتۂ مرکزی تھے جس پر دائرہ کے سب خطوط آکر جمع ہوئے۔

اسمعوا صوت السّماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

درس حدیث

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ وَ تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ وَ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ. یعنی ہمارے مہدی کی تائید وتصدیق کے لئے دونشان مقرر ہیں جو زمین و آسمان کی پیدائش سے کسی مدعی کی صداقت کے لئے اب تک ظاہر نہیں ہوئے اور وہ یہ کہ چاند کو رمضان میں (گرہن کی راتوں میں سے) پہلی رات (یعنی تیرھویں تاریخ کو) اور سورج کو (گرہن کی تاریخوں میں سے) درمیانی تاریخ (یعنی اٹھائیسویں) کو گرہن لگے گا اور جب سے کائنات پیدا ہوئی ہے ایسا کسی کے وقت میں نہیں ہوا۔ (دار قطنی جلد اوّل)

سورج روشنی کا منبع ہے اور اُس کی روشنی کی وجہ سے ہمیں بعض دوسرے آسمانی سیارے مثلاً چاند وغیرہ نظر آتے ہیں۔ چاند کی اپنی کوئی روشنی نہیں ہے مگر جب اُس پر سورج کی روشنی پڑتی ہے تو وہ روشنی چاند کی سطح سے منعکس ہو جاتی ہے جس کی وجہ ہمیں چاند روشن نظر آتا ہے۔ زمین اور چاند اور دیگر سیارے حرکت کرتے رہتے ہیں اس لئے اگر زمین اور سورج کے درمیان چاند آجائے یا چاند اور سورج کے درمیان زمین آجائے تو زمین سے چاند یا سورج کو کچھ دیر کے لئے دیکھنا ممکن نہیں رہتا۔ جب ایسا ہو جائے تو اسے چاند کا یا سورج کا گرہن لگنا کہا جاتا ہے۔

سورج اور چاند کو، جب سے دنیا بنی ہے گرہن لگتا رہا ہے، کئی بار لگ چکا ہے اور قانونِ قدرت کے مطابق لگتا رہے گا۔ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق جب امام مہدی کا زمانہ آئے گا تو اُس وقت اُس کی زندگی میں ایک ایسا نشان ظاہر ہوگا جو پہلے کبھی ظاہر نہیں ہوا۔ وہ نشان صرف امام مہدی کے زمانے میں ظاہر ہوگا۔ چاند کو رمضان میں پہلی رات یعنی تیرھویں تاریخ کو اور سورج کو گرہن لگنے کی تاریخوں کے درمیانی دن کو یعنی اٹھائیسویں کو گرہن لگے گا۔ گویا چاند اور سورج کے گرہن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کا ایک نشان قرار دیا گیا تا کہ لوگ اس سے رہنمائی پا کر اسے پہچان سکیں اور اُس پر ایمان لا سکیں۔

اس نشان کے لئے تین باتیں ضروری تھیں۔ اوّل یہ کہ کوئی مسیح اور امام مہدی ہونے کا دعویٰ کرے۔

دوم یہ کہ سورج اور چاند کو رمضان میں گرہن لگے۔ سوم یہ کہ چاند کو تیرھویں اور سورج کو اٹھائیسویں تاریخ کو گرہن لگے۔ یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ ایسا نشان لا سکے۔ یہ صرف خدا تعالیٰ کی طاقت میں ہے کہ وہ ایسا کر سکے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک ایسا نشان ہو گا جو پہلے کبھی ظاہر نہیں ہوا اور صرف امام مہدی کے لئے پیش کیا جائے گا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ نشان آپؑ کے حق میں ضرور ظاہر فرمائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے پہلے بعض بزرگانِ امت نے اس بات کی اطلاع دی تھی کہ امام مہدی کے زمانے میں یہ آسمانی نشان ظاہر ہوگا۔

آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کے عین مطابق یہ نشان ظاہر ہوا اور مشرقی ممالک میں 21/مارچ 1894ء کو رمضان کے مہینہ میں چاند کو اور 6/اپریل 1894ء کو سورج گرہن لگا۔ اُس موقعہ پر قادیان میں نمازِ کسوف بھی ادا کی گئی۔ اگلے سال امریکہ میں بھی سورج اور چاند کو گرہن لگا۔

اُس موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ نشان صرف آپؑ کی سچائی ثابت کرنے کے لئے عین آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق آسمان سے ظاہر فرمایا گیا ہے۔ آج تک یہ کبھی نہیں ہوا کہ کسی نے خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے کا دعویٰ کیا ہو اور اُس کے زمانے میں رمضان کی ان معین تاریخوں میں خسوف و کسوف کا نشان ظاہر ہوا ہو۔ اگر کوئی ایسی مثال پیش کر سکے تو اسے ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا مگر کوئی شخص ایسی مثال پیش نہ کر سکا۔

حضرت اقدس مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''یہ عاجز اگرچہ ایسے کامل دوستوں کے وجود سے خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہے لیکن باوجود اس کے یہ بھی ایمان ہے کہ اگرچہ ایک فرد بھی ساتھ نہ رہے اور سب چھوڑ چھاڑ کر اپنا اپنا راہ لیں تب بھی مجھے کچھ خوف نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے اگر میں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ایک ذرّے سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی اور لعنت دیکھوں ۔ تب بھی میں آخر فتحیاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے۔ میں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا۔ دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔

اے نادانو اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچّے وفادار کو خدا نے ذلّت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمّت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔ کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا؟ کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا؟ کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ۔ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اس کے ساتھ وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی۔ اور مجھے اس کی عزّت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلا سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ابتلا ہو۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے۔

من نہ آنستم کہ روز جنگ بینی پشتِ من   آں منم کاندرمیان خاک وخوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پر خار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وُہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب وشتم سے، نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمایشوں سے۔ اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے اور ان کا پچھلا حال ان کے پہلے سے بدتر ہو گا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں۔ کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے۔ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں ہو سکتے مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے۔ پس جو جدا ہونے والے ہیں جدا ہو جائیں۔ ان کو وداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد اگر پھر کسی وقت جھکیں تو اس جھکنے کی عنداللہ ایسی عزت نہیں ہوگی جو وفادار لوگ عزت پاتے ہیں۔ کیونکہ بدظنی اور غداری کا داغ بہت ہی بڑا داغ ہے۔''

(روحانی خزائن جلد نہم، انوار اسلام صفحہ ۲۳، ۲۴)

فرمودات سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

۲۳ مارچ کا دن جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ ۱۱۸ سال پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے بیعت کا آغاز فرمایا تھا اور یوں جماعت کا قیام عمل میں آیا تھا۔ اُس وقت جو مسلمانوں کی حالت تھی اس سے ہر وہ مسلمان جس کے دل میں اسلام کا درد تھا، بے چین تھا۔ برصغیر میں آریوں، عیسائیوں، پادریوں اوران کے مبلغین نے اسلام پر بے انتہا تابڑتوڑ حملے شروع کئے ہوئے تھے۔ مسلمان علماء بھی اس وقت سہمے رہتے تھے اوران کے پاس ان حملوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اس وقت ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اگر کوئی شخص تھا تو ایک ہی جری اللہ تھا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ آپؑ نے اپنی معرکہ آراء کتاب براہین احمدیہ میں قرآن کریم کے کلام الٰہی اور بے نظیر ہونے اور آنحضرت ﷺ کے دعویٰ نبوت میں سچے اور صادق ہونے کے ناقابل تردید دلائل بیان فرمائے اور فرمایا کہ جو ان دلائل کو ردّ کرتے ہوئے ان کا تیسرا چوتھا یا پانچواں حصہ بھی دلائل دیدے تو دس ہزار روپے انعام دوں گا، جو اس وقت بہت بڑی رقم تھی۔ اس کتاب نے مسلمانوں کے حوصلے بلند کئے اوراُن حملہ آوروں کے منصوبوں کو بھی خاک میں ملایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشن آنحضرت ﷺ کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنا اور قرآن کریم کی حقانیت کو ثابت کرنا تھا۔ آپؑ کا آنحضرت ﷺ سے عشق انتہا کو پہنچا ہوا تھا اور آپؑ آنحضرت ﷺ کے مقام کی حقیقی پہچان رکھتے تھے۔ آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ''یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو انبیاء اور تمام اوّلین وآخرین پر فضیلت بخشی۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے۔'' پھر ایک جگہ فرماتے ہیں ''تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دینگے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ سوتم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو۔ آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔'' پھر ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں، کیا یورپ اور کیا ایشیاء، ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں۔ توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا ہوں۔''

آج عرب دنیا اس بات کی گواہ ہے کہ عیسائیت کے ہاتھوں گزشتہ چند سالوں سے عرب مسلمان کس قدر زچ ہو رہے تھے۔ اللہ کے اس پہلوان کے تربیت یافتوں نے ہی عرب دنیا میں عیسائیت کا ناطقہ بند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو ایک نئے سیٹلائٹ کے ذریعہ سے عرب دنیا کے لئے خاص ایک نئے چینل MTA3 العربیۃ جاری کرنے کی توفیق عطا فرمائی تا کہ عرب دنیا کی پیاسی روحیں، نیک فطرت اور سعید روحیں ان خزائن سے فیضیاب ہوسکیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تقسیم فرمائے تھے۔ اس چینل کی وجہ سے مخالفت بھی شروع ہے۔ اس کمپنی کو بھی دھمکیاں مل رہی ہیں جس سے سیٹلائٹ کا یہ معاہدہ ہوا ہے۔ لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ''خدا چاہتا ہے کہ اب یہ پیغام پہنچے'' اس لئے اب یہ خدا کے منشاء کے مطابق پہنچے گا اور کوئی اس کو روکنے والا نہیں۔ انشاء اللہ۔ دعا بھی کریں اللہ تعالیٰ ان مدد کرنے والوں کو بھی ہر شر سے محفوظ رکھے جو اس پیغام کو پہنچانے میں مدد کر رہے ہیں اور انہیں اپنے معاہدوں پر قائم رہنے کی بھی توفیق دے اور سعید روحوں کو اس روحانی مائدہ سے فیض پانے کی بھی توفیق دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عرب دنیا کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ ''اے عرب کے تقویٰ شعار اور برگزیدہ لوگو! تمہارے لئے تو یہی فخر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کا آغاز حضرت آدم سے کر کے اس نبی پر ختم کیا جو تم میں سے تھا اور تمہاری ہی زمین اس کا وطن اور مولد ومسکن تھی۔ اے عزیزو! اللہ تعالیٰ نے اسلام کی تائید اور تجدید کے لئے مجھ پر اپنی خاص تجلیات اور برکات کی بارش برسائی ہے۔ میں نے چاہا کہ تم لوگوں کو بھی ان نعمتوں میں شامل کروں۔ پس کیا تم خدائے ربّ العالمین کی خاطر میرا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو؟

اے سرزمین عرب کے باسیو! اللہ تعالیٰ نے آج یہ انتظام فرمادیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے والی ایک چھوٹی سی غریب جماعت پیسہ پیسہ جوڑ جوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس زمانے کے امام کا پیغام تمہیں سیٹلائٹ کے ذریعہ سے پہنچانے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ پس بدظنی سے بچتے ہوئے، حسن ظن سے کام لیتے ہوئے اس مسیح ومہدی کے منکرین میں شامل ہونے کے بجائے اس کے دست راست بن جاؤ۔ اس کے سلطان نصیر بن جاؤ۔ اللہ کرے کہ تم لوگ آج اس حقیقت کو سمجھ لو۔ اللہ تعالیٰ ہماری یہ عاجزانہ دعائیں قبول فرمائے۔ (آمین) (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ مارچ ۲۰۰۷ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام اور دعویٰ

آپؑ کی تحریرات کی روشنی میں

〈ڈاکٹر شمیم احمد〉

ابتدائے آفرینش سے خدا تعالیٰ انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے انبیاء بھجواتا رہا ہے تاکہ ان کے کامل نمونہ کو دیکھ کر اور اُن کی صحبتِ صالحہ سے فیض یاب ہوکر راہ گم کردہ مخلوق اپنے خالقِ حقیقی کی طرف لوٹ آئے۔ قرآنِ کریم میں بیان فرمودہ انبیاء کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان نے کبھی بھی کسی فرستادہ کو آسانی سے قبول نہیں کیا۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ کسی نبی نے من جانب اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور اس کی قوم نے اس کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے ہوں اور اس کے استقبال کے لئے پھولوں سے سجی ہوئی محرابیں بلند کی ہوں۔ ہمیشہ یہی ہوتا آیا ہے کہ ابتداء میں نہ صرف انکار کیا گیا بلکہ ہر طرح سے ایذا رسانی کی کوشش کی گئی اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا۔ سیّد ولد آدم، سرورِ دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو باعثِ تخلیقِ کائنات تھے اُن کے ساتھ بھی یہی سلوک روا رکھا گیا۔ وہ جو رحمتوں کی بارشیں برسانے آیا تھا اسے کئی سالوں ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ وہ جو امن و سلامتی کا شہزادہ تھا اس کی قوم اس کے خون کی پیاسی ہوگئی۔ نہ صرف یہ بلکہ آپؐ پر ایمان لانے والے صحابہؓ کو بھی طرح طرح سے ایذا دی گئی اور ایسے مظالم کا نشانہ بنایا گیا کہ ان کے مطالعہ سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تمام تکالیف اور ظلم و ستم کے باوجود کبھی کسی نے یہ نہیں دیکھا کہ انبیاء یا ان کے ماننے والوں کے پائے استقامت میں معمولی سی بھی لرزش آئی ہو۔ یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ بالآخر وہ اور اس کے فرستادہ ہی غالب آیا کرتے ہیں۔

مخبرِ صادق سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اپنی امت کو مسیح کی آمد کی خوشخبری دی تھی کہ وہ ضرور ان میں نازل ہوگا اور حکم عدل بن کر ان کے اختلافات کا فیصلہ کرے گا اور اس کے مسیحی نفس کی برکت سے انہیں پھر سے پاک کرے گا اور دین اسلام کو ادیانِ باطلہ پر غلبہ حاصل ہوگا۔ آپؐ نے مسیح موعود کے ظہور کی تمام نشانیاں بڑی وضاحت سے بیان فرمائیں اور زمین و آسمان سے ظاہر ہونے والے نشانوں کا بھی ذکر فرمایا نیز یہ بھی فرمایا کہ اس کا ظہور گویا آپؐ کا ظہور ہوگا۔ مسلمانوں کے تمام فرقوں کو اس کی آمد کا انتظار تھا اور بعض نے تو خداداد فراست سے امام الزمان کے ظہور کے وقت کا بھی تعین کر دیا تھا۔ جب وہ مبارک اور سعید وقت آ پہنچا اور قادیان کی بستی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ آپؑ ہی وہ وجود ہیں جس کی آمد کا وعدہ دیا گیا تھا اور خدا تعالیٰ نے آپؑ کو بار بار الہاماً بتایا ہے کہ آپؑ ہی مسیح اور مہدی ہیں تو قوم کے اکثر علماء نے ماننے سے انکار کر دیا۔ نہ صرف انکار کیا بلکہ آپؑ پر کفر کے فتاویٰ جاری کئے اور ہر طرح کی ایذا رسانی کی کاروائی شروع کر دی۔ جس طرح انبیاء سابقہ کو ایسی تکالیف اور ایذا رسانیاں ان کے مقصد اور نصب العین سے نہ ہٹا سکیں اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ثبات قدم میں فرق نہیں پڑا۔ آپؑ نے بڑی تفصیل کے ساتھ اپنی تحریرات میں اپنے مقام و مرتبہ، دعویٰ، عقائد، تعلیم اور مستقبل پر روشنی ڈالی۔ اس مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انہی تحریرات میں سے کچھ پیش ہیں۔

ماموریت کا الہام اور دعویٰ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مامور من اللہ اور مجدد وقت ہونے کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''جب تیرھویں صدی کا آخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآءُ هُمْ یعنی خدا تعالیٰ نے تجھے قرآن سکھلایا اور اُس کے صحیح معنے تیرے پر کھول دیئے۔ یہ اس لئے ہوا کہ تو لوگوں کو بدانجام سے ڈرا دے کہ جو باعث پُشت در پُشت کی غفلت اور نہ متنبہ کئے جانے کے غلطیوں میں پڑ گئے اور تا مجرموں کی راہ کھل جائے کہ جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہِ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے۔ ان کو کہہ دے کہ میں مامور من اللہ اور اوّل المومنین ہوں''۔

(کتاب البریہ حاشیہ صفحہ 201)

اسی طرح آپؑ کو اس بات کا بھی علم دیا گیا کہ آپؑ ہی اس صدی کے مجدد ہیں اور آپؑ کے سوا کوئی اور اس مقام پر فائز نہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں ''اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدّدِ وقت ہے اور روحانی طور پر اُس کے کمالات مسیح بن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بشدّت مناسبت و مشابہت ہے اور اس کو خواص انبیاء و رسل کے نمونہ پر محض بہ برکت متابعت

حضرت خیر البشر افضل الرسل ﷺ ان بہتوں پر اکابر اولیاء سے فضیلت دی گئی ہے کہ جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں۔اور اس کے قدم پر چلنا موجبِ نجات و سعادت و برکت اور اس کے برخلاف چلنا موجبِ بُعد و حرمان ہے۔''

(اشتہار منسلکہ آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ 657)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے قبل مسلمانوں میں یہ غلط خیال پیدا ہو گیا تھا کہ امام مہدی اور مسیح موعود دو الگ الگ وجود ہیں نیز یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسمِ عنصری آسمان پر تشریف لے گئے ہیں اور قیامت سے قبل نزول فرمائیں گے۔ چونکہ مسیح موعود نے فرمانِ رسول اللہ ﷺ کے حکم اور عدل ہو کر آنا تھا اور مسلمانوں کے غلط عقائد کی اصلاح فرمانی تھی اس لئے آپؑ نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''ان دونوں منصبوں کا مدعی میں ہوں جو تم میں اس وقت پچیس سال سے موجود ہوں۔ پس میرے بعد کس کا انتظار کرو گے؟ ان تمام علامتوں کا مصداق تو وہ ہے جو ان نشانوں کے ظہور کے وقت موجود ہے نہ کہ وہ جس کا ابھی دنیا میں نام و نشان نہیں۔ یہ عجیب سخت دلی ہے جو سمجھ میں نہیں آتی جب کہ میرے دعویٰ کے ساتھ نشان ظاہر ہو چکے ہیں اور میری مخالفت میں کوششیں بھی ہو کر ان میں نامرادی اور ناکامی رہی مگر پھر بھی انتظار کسی اور کی ہے؟ ہاں یہ سچ ہے کہ میں نہ جسمانی طور پر آسمان سے اترا ہوں اور نہ میں دنیا میں جنگ اور خونریزی کرنے کے لئے آیا ہوں بلکہ صلح کے لئے آیا ہوں مگر میں خدا کی طرف سے ہوں۔ میں یہ پیشگوئی کرتا ہوں کہ میرے بعد قیامت تک کوئی ایسا مہدی نہیں آئے گا جو جنگ اور خونریزی سے دنیا میں ہنگامہ برپا کرے اور خدا کی طرف سے ہو۔ اور نہ کوئی ایسا مسیح آئیگا جو کسی وقت آسمان سے اترے گا۔ ان دونوں سے ہاتھ دھو لو۔ یہ سب حسرتیں جو اس زمانہ کے تمام لوگ قبر میں لے جائیں گے۔ نہ کوئی مسیح اترے گا اور نہ کوئی خونی مہدی ظاہر ہوگا۔ جو شخص آنا تھا وہ آچکا، وہ میں ہوں جس سے خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا وہ خدا سے لڑتا ہے کہ تو نے کیوں ایسا کیا''۔ (تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ 78-77)

مخالف علماء یہ سمجھتے ہیں کہ امام مہدی اور مسیح موعود دو الگ الگ وجود ہیں اور اس میں بھی اُن میں بہت سے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ مثلاً مہدی کے متعلق شعیہ اور سنّی اور دیگر فرقوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ شعیہ حضرات کے نزدیک مہدی حضرت فاطمہ کی اولاد میں سے ہوگا اور پھر یہ بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ حضرت امام حسین کی اولاد سے ہوگا یا حضرت امام حسن کی اولاد سے۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ حضرت عباسؓ کی اولاد میں سے ہوگا۔ پھر مہدی کے نام، اس کی عمر، اس کے کام غرض کہ ہر بات میں اس قدر اختلاف پایا جاتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ہر کوئی مختلف احادیث سے استنباط کرتا ہے۔ شائد یہی وجہ ہے کہ حضرت امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی احادیث کی کتب میں مہدی کے متعلق کوئی باب نہیں باندھا اور اسی وجہ سے بعض علماء نے ان احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے لفظ مہدی کو اسم معرفہ کے طور نہیں استعمال کیا ہے بلکہ اسے ایک صفاتی نام کے طور پر استعمال کیا ہے۔ مہدی کا مطلب ہے ''ہدایت یافتہ'' اور آپؐ نے لفظ مہدی کو بعض ایسے لوگوں کے متعلق بھی استعمال فرمایا جو آپؐ کی حیات میں موجود تھے اور اسے ان کے لئے ایک صفت کے طور پر بیان فرمایا۔ ابوداؤد اور ترمذی میں اپنے خلفاء کے متعلق فرمایا الخلفاء الراشدین المھدیّن یعنی میرے خلفاء مہدی ہیں کیونکہ وہ خداتعالیٰ سے ہدایت پا کر امت کی رہنمائی کریں گے۔

جماعت احمدیہ کے مخالف علماء اپنی کم فہمی اور کور بینی اور خداداد فراست کی کمی کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپؑ نے پہلے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا اور پھر مہدی اور اس کے بعد عیسیٰ اور آخر میں نبی ہونے کا بھی دعویٰ کر دیا اور اس بات کو آپؑ کے نعوذ باللہ کاذب ہونے کے ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ احادیثِ نبویہ اور امتِ مسلمہ کے بزرگان کے اقوال کو بنظرِ غور دیکھیں تو حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مہدی اور عیسیٰ ایک ہی وجود کے نام ہیں نیز یہ کہ آنے والے موعود کو نبی اللہ ہی کے نام سے ملقب کیا گیا ہے۔

اس اختلاف کا ایک ہی حل ہے کہ دیکھا جائے کہ آقائے دو جہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس ضمن میں کیا ارشاد فرمایا ہے اور آپؐ سے ہی اس مسئلہ کا حل دریافت کیا جائے۔ ایک حدیث میں آپؐ نے صاف طور پر اور روشن انداز میں اس کا فیصلہ فرما دیا ہے کہ مہدی اور عیسیٰ ایک وجود کے نام ہیں۔ آپؐ نے فرمایا لا مھدی الا عیسیٰ یعنی حضرت عیسیٰ کے سوا کوئی اور مہدی نہیں (ابن ماجہ باب شدہ الزمان)۔ اس کے علاوہ ایک اور حدیث شریف میں بڑے صاف اور شفاف انداز میں یہی بات کہ امام مہدی اور عیسیٰ ایک ہی وجود ہیں فرمایا ''یُوْشِکُ مَنْ عَاشَ فِیْکُمْ اَنْ یَّلْقٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اِمَاماً مَّھْدِیاً وَّ حَکَماً عَدْلاً فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَ یَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ......الخ یعنی ''جو تم میں سے اُس وقت زندہ ہوا وہ عیسیٰ بن مریم کو پائے گا جو امام مہدی ہوں گے اور حَکم عدل ہونگے اور صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے''۔ (مسند احمد بن حنبل) کسی میں اگر ذرہ سی بھی ایمان کی رمق باقی ہو تو وہ آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ان واضح ارشادات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے خداتعالیٰ کے

فرستادہ کو رد کرنے کی جرأت نہ کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"حدیث لَا مَھْدِیَ اِلَّا عِیْسٰی جو ابن ماجہ کی کتاب میں جو اسی نام سے مشہور ہے اور حاکم کی کتاب مستدرک میں انس بن مالک سے روایت کی گئی ہے اور یہ روایت محمد بن خالد جندی نے ابان بن صالح سے اور ابان بن صالح نے حسن بصری سے اور حسن بصری نے انس بن مالک سے اور انس بن مالک نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے۔ اور اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ بجز اس شخص کے جو عیسیٰ کی خو اور طبیعت پر آئے گا اور کوئی بھی مہدی نہیں آئے گا۔ یعنی وہی مسیح موعود ہوگا اور وہی مہدی ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خُو اور طبیعت اور طریق تعلیم پر آئے گا یعنی بدی کا مقابلہ نہ کرے گا اور نہ لڑے گا اور پاک نمونہ اور آسمانی نشانوں سے ہدایت کو پھیلائے گا اور اسی حدیث کی تائید میں وہ حدیث ہے جو امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں لکھی ہے۔ جس کے لفظ یہ ہیں کہ یَضَعُ الْحَرْبَ یعنی وہ مہدی جس کا دوسرا نام مسیح موعود ہے دینی لڑائیوں کو قطعاً موقوف کرے گا اور اس کی یہ ہدایت ہوگی کہ دین کے لئے لڑائی مت کرو۔ بلکہ دین کو بذریعہ سچائی کے نوروں اور اخلاقی معجزات اور خدا کے قرب کے نشانوں سے پھیلاؤ"

(حقیقۃ المہدی روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 432-431)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا تحریر بعینہٖ اسی بات کی تشریح کر رہی ہے جو سیّدنا رسولِ کریم ﷺ کی احادیث سے واضح ہے۔ اس قدر وضاحت کے باوجود بعض غیر احمدی علماء نہ احادیث کو ماننے کے لئے تیار ہوتے ہیں اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں کہ امت کے علماء نے کبھی اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ مہدی اور عیسیٰ ایک وجود کا نام ہیں۔ حالانکہ امت محمدیہ کے ائمہ سلف جن کا سب احترام کرتے ہیں ان کے اقوال سے بالکل وہی بات ثابت ہوتی ہے جو مندرجہ بالا احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر سے واضح ہوتی ہے۔ مندرجہ ذیل اقوال قابلِ غور ہیں۔

حدیث و اقوال ائمہ سلف

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ......لَا مَھْدِیَ اِلَّا عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ۔ (المستدرک علی الصحیحین کتاب الفتن والملاحم حدیث 8534)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:...... مہدی، ہی عیسیٰ بن مریم ہیں۔

علامہ محی الدین ابن العربیؒ سورۃ النساء آیت 159 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وَجَبَ نُزُوْلُهٗ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ، بِتَعَلُّقِهٖ بِبَدَنٍ آخَرَ وَحِیْنَئِذٍ یَعْرِفُهٗ كُلُّ وَاحِدٍ فَیُؤْمِنُ بِهٖ اَهْلُ الْكِتَابِ۔ (تفسیر ابن عربی سورۃ النساء، 159)

آخری زمانہ میں (حضرت عیسیٰ) کا نزول ایک اور بدن کے ساتھ ضرور ہوگا اور اس وقت ہر ایک آپ کو پہچان لے گا اور اہل کتاب بھی آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

امام سراج الدین ابن الوردی فرماتے ہیں:

وَقَالَتْ فِرْقَةٌ: نُزُوْلُ عِیْسٰی خُرُوْجُ رَجُلٍ یَشْبَهُ عِیْسٰی فِی الْفَضْلِ وَالشَّرَفِ كَمَا یُقَالُ لِلرَّجُلِ الْخَیْرِ مَلَکٌ وَلِلشَّرِیْرِ شَیْطَانٌ تَشْبِیْهًا بِهِمَا وَلَا یُرَادُ الْاَعْیَانُ. وَقَالَ قَوْمٌ تَرُدُّ رُوْحُهٗ فِیْ رَجُلٍ اِسْمُهٗ عِیْسٰی.

(خریدۃ العجائب وفریدۃ الغرائب تالیف سراج الدین ابی حفص عمر بن الوردی باب ذکر نزول عیسیٰ ابن مریم صفحہ 256)

"ایک گروہ مسلمانوں کا نزول عیسیٰ سے ایک ایسے آدمی کے ظاہر ہونے کا قائل ہے جو فضل و شرف میں عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہو جیسا کہ نیک آدمی کو فرشتہ سے تشبیہ دے کر فرشتہ کہہ دیتے ہیں اور برے آدمی کو شیطان سے تشبیہ دے کر شیطان کہہ دیتے ہیں اور اس جگہ اصل فرشتہ یا شیطان مراد نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح ایک ایسے شخص میں واپس آئے گی جس کا نام بھی عیسیٰ ہی ہوگا۔"

(خریدۃ العجائب وفریدۃ الغرائب تالیف سراج الدین ابی حفص عمر بن الوردی باب ذکر نزول عیسیٰ ابن مریم صفحہ 256)

شیخ محمد اکرم صابری اپنی کتاب اقتباس الانوار میں لکھتے ہیں:۔

"بعضے برآنند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت از ہمیں بروز است مطابق ایں حدیث کہ لَا مَھْدِیَ اِلَّا عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ۔" یعنی بعض کا یہ مذہب ہے کہ عیسیٰ کی روح یعنی روحانیت مہدی میں بروز (ظہور) کرے گی اور نزول عیسیٰ سے مراد یہی بروز ہے (یعنی بروزی ظہور ہے نہ کہ اصالتاً آنا) مطابق اس حدیث کے جس میں لَا مَھْدِیَ اِلَّا عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ کے الفاظ وارد ہیں کہ عیسیٰ بن مریم کے سوا اور کوئی مہدی نہیں۔ (اقتباس الانوار صفحہ 52 بحوالہ تحقیقات عارفانہ صفحہ 7)

تَفَكَّرُوْا وَ تَنَدَّمُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تَغْلُوْا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اگر یہ عاجز حق پر نہیں ہے تو پھر کون آیا جس نے اس چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہونے کا ایسا دعویٰ کیا جیسا کہ اس عاجز نے کیا۔ کوئی الہامی دعاوی کے ساتھ تمام مخالفوں کے مقابل پر ایسا کھڑا ہوا جیسا کہ یہ عاجز کھڑا ہوا۔ تَفَكَّرُوْا وَ تَنَدَّمُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تَغْلُوْا اور اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعویٰ میں غلطی پر ہے تو پھر آپ لوگ کچھ کوشش کریں کہ مسیح موعود جو آپ کے خیال میں

ہے اُنہیں دنوں میں آسمان سے اُتر آوے کیونکہ میں تو اس وقت موجود ہوں مگر جس کے انتظار میں آپ لوگ ہیں وہ موجود نہیں اور میرے دعویٰ کا ٹوٹنا صرف اسی صورت میں متصور ہے کہ اب وہ آسمان سے اُتر ہی آوے تا میں ملزم ٹھہر سکوں۔ آپ لوگ اگر سچ پر ہیں تو سب مل کر دعا کریں کہ مسیح ابن مریم جلد آسمان سے اُترتے دکھائی دیں۔ اگر آپ حق پر ہیں تو یہ دُعا قبول ہوجائے گی کیونکہ اہل حق کی دُعا مُبطلین کے مقابل پر قبول ہوجایا کرتی ہے لیکن آپ یقیناً سمجھیں کہ یہ دُعا ہرگز قبول نہیں ہوگی کیونکہ آپ غلطی پر ہیں مسیح تو آچکا لیکن آپ نے اُس کو شناخت نہیں کیا۔ اب یہ امید موہوم آپ کی ہرگز پوری نہیں ہوگی۔ یہ زمانہ گزر جائے گا اور کوئی ان میں سے مسیح کو اُترتے نہیں دیکھے گا۔ حالانکہ تیرھویں صدی کے اکثر علماء چودہویں صدی میں اُس کا ظہور معین کر گئے ہیں اور بعض تو چودھویں صدی والوں کو بطور وصیّت یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ اگر اُن کا زمانہ پاؤ تو ہمارا السلام علیکم اُنہیں کہو۔ شاہ ولی اللہ صاحب رئیس المحدثین بھی انہیں میں سے ہیں۔

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 180-179)

مندرجہ بالا اعلان کس قدر شان و شوکت کا حامل ہے اور کتنا واضح ہے کہ اس صدی میں سوائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کسی نے مجدد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور ساری صدی گذر بھی گئی مگر کوئی دعویٰ دار پیدا نہیں ہوا نہ ہی آسمان سے مسلمانوں کے تصورات کے مطابق عیسیٰ ابنِ مریم کا نزول ہوا۔ وہ سارے فرقے جن کے علماء منبروں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خوشخبریاں سنایا کرتے تھے اب ان کی آمد کے ذکر سے کتراتے ہیں۔ اب مسلمانوں میں مایوسی کے آثار نظر آنے شروع ہوگئے ہیں اور اکثر نے کہنا شروع کر دیا ہے کہ ہمیں اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے اترتے ہیں یا نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ ایک وقت آئے گا کہ کیا مسلمان اور کیا عیسائی سب اس عقیدہ سے بیزار ہوجائیں گے کہ کسی نے آسمان سے اترنا ہے۔

امتی نبی کی حقیقت

غیر احمدی علماء حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر الزام لگاتے ہیں کہ نعوذ باللہ مرزا صاحب نے خود بخود اپنے آپ کو نبی کہنا شروع کر دیا اور اس بات میں کوئی حقیقت نہیں نہ کبھی پہلے کوئی امتی نبی آیا اور نہ کبھی نبی کریم ﷺ نے کسی امتی نبی کے آنے کی پیشگوئی فرمائی اور نہ کسی بزرگ امت نے اس بارہ میں کچھ ارشاد فرمایا۔ یہ غلط فہمی بھی غیر تدبّر کا نتیجہ ہے۔

یہ درست ہے کہ پہلے کوئی امتی نبی دنیا میں ظاہر نہیں ہوا جس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے سابقہ انبیاء کو براہِ راست مقامِ نبوت پر فائز فرمایا اور اس بات کا کوئی دخل نہ تھا کہ وہ اپنے سے پہلے نبی کی کامل پیروی کرتے ہیں یا نہیں، اس کی کامل اتباع کرتے ہیں یا نہیں، اس سے فیضان پایا یا نہیں۔ خدا تعالیٰ نے بہت سی قوموں میں ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر انبیاء نازل فرمائے جو رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں بہت سے نبی بھجوائے گئے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل کروایا اور وہ حضرت موسیٰ کی امت میں سے تھے مگر انہیں امتی نبی کا مقام عطا نہیں کیا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں آخری نبی تھے وہ بھی براہ راست نبوت کے مقام پر فائز کئے گئے مگر اس لئے نہیں کہ انہوں نے حضرت موسیٰ سے سچی اور کامل محبت کی ہو اور ان سے فیضان حاصل کیا ہو۔ سیّد الانبیاء نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ چونکہ خاتم الانبیاء تھے جنہیں نبوت کے تمام کمالات بدرجہ اتم عطاء فرمائے گئے اس لئے یہ اعزاز صرف اور صرف آپ ؐ کے لئے مخصوص ہوا کہ آپ کی کامل اتباع اور فیضان سے آپ کی امت میں ایسے اولیاء اور صلحاء اور مجدد پیدا ہوں جو آپ کی امت میں تجدید دین کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں۔ انبیاء سابقہ کا زمانہ اور فیضان محدود تھا اور ان کی شریعت محدود وقت کے لئے تھی اس لئے ضروری نہیں تھا کہ ان قوموں میں امتی نبی پیدا کئے جاتے۔ مگر سیّد الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی لائی شریعت تا قیامت جاری رہنی تھی اور زمانہ محدود نہ تھا اور پیغام کسی مخصوص قوم کے لئے نہیں تھا بلکہ ساری دنیا کے لئے تھا اور آپ کا فیضان ہمیشہ جاری رہنا تھا اس لئے لازمی تھا کہ امتِ مسلمہ میں اولیاء اور مجدد پیدا ہوں اور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق مسیح موعود بھی آپ ؐ کی امت میں سے پیدا ہو نہ کہ آپ ؐ کی امت کو سلسلہ موسویہ کے ایک نبی کے احسان کا بوجھ اٹھانا پڑے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”اس جگہ یہ سوال طبعاً ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی امت میں بہت سے نبی گزرے ہیں پس اس حالت میں موسیٰ کا افضل ہونا لازم آتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس قدر نبی گزرے ہیں ان سب کو خدا نے براہ راست چن لیا تھا۔ حضرت موسیٰ کا اس میں کچھ بھی دخل نہیں تھا لیکن اس امت میں آنحضرت ﷺ کی پیروی کی برکت سے ہزار ہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔ اس کثرت فیضان کی کسی نبی میں نظیر نہیں مل سکتی۔ اسرائیلی نبیوں کو الگ کر کے باقی تمام لوگ اکثر موسوی امت میں ناقص پائے جاتے ہیں۔ رہے انبیاء سو ہم بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے حضرت موسیٰ سے کچھ نہیں پایا۔ بلکہ وہ براہ راست نبی کئے گئے مگر امت محمدیہ میں سے ہزار ہا لوگ محض پیروی کی وجہ سے

ولی کئے گئے۔'' (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد22 صفحہ 30 حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدید دین کے لئے مامور ہو۔ یہ نہیں کہ وہ کوئی دوسری شریعت لاوے کیونکہ شریعت آنحضرت ﷺ پر ختم ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جب تک اس کو اُمتی بھی نہ کہا جائے جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک انعام اُس نے آنحضرت ﷺ کی پیروی سے پایا نہ براہ راست۔''

(تجلیاتِ الٰہیہ، روحانی خزائن جلد20 صفحہ 401 حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''اُمتی اس شخص کو کہتے ہیں جو بغیر پیروی آنحضرت ﷺ کے کسی طرح اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتا۔ پس کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ گمان ہوسکتا ہے کہ وہ اُس وقت تک ناقص ہی رہیں گے جب تک دوبارہ دنیا میں آکر آنحضرت ﷺ کی اُمت میں داخل نہیں ہوں گے اور آپ کی پیروی نہیں کریں گے۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 352 حاشیہ)

امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''یہ وحی الٰہی کہ خدا کی فیلنگ اور خدا کی مہر نے کتنا بڑا کام کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا نے اس زمانہ میں محسوس کیا کہ یہ ایسا فاسد زمانہ آ گیا ہے جس میں ایک عظیم الشان مُصلح کی ضرورت ہے اور خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ اُمتی ہے اور ایک پہلو سے نبی کیونکہ اللہ جَلَّشَانُہٗ نے آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی اسی وجہ سے آپ کا نام خَاتَمُ النَّبِیِّیْن ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔

یہی معنی اس حدیث کے ہیں کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے اور بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے مگر ان کی نبوت موسیٰ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وہ نبوتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں۔ حضرت موسیٰ کی پیروی کا اس میں ایک ذرہ کچھ دخل نہ تھا۔ اسی وجہ سے میری طرح ان کا یہ نام نہ ہوا کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی بلکہ وہ انبیاء مستقل نبی کہلائے اور براہ راست ان کو منصب نبوت ملا۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد22 صفحہ 101-99 حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے۔ بلکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کے رو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا صرف یہ دعویٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں اُمتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت ﷺ کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ ومخاطبہ پاتا ہوں بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔ اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا یعنی اس کثرت سے مکالمہ ومخاطبہ کا شرف اس کو حاصل ہوگا اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہوں گے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہوسکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ [الجن:27-28] یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہوسکتا ہے بجز اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو۔ اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ ومخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہے۔

غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرتِ وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط اُن میں پائی نہیں جاتی۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد22 صفحہ 407-406)

امتی نبی از حدیث و اقوال ائمہ سلف

عَنْ نَافِعٍ مَوْلٰی اَبِیْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ.

(صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب نزول عیسیٰ ابن مریم حدیث 3449)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تم ہی میں سے تمہارے امام ہوں گے۔

علامہ اسماعیل حقی بروسوی سورۃ احزاب کی آیت 41 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

حِيْنَ يَنْزِلُ اِنَّمَا يَنْزِلُ عَلٰى شَرِيْعَةِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُصَلِّيًا اِلٰى قِبْلَتِهٖ كَاَنَّهٗ بَعْضُ اُمَّتِهٖ۔ (روح البیان فی تفسیر القرآن تالیف امام اسماعیل حقی سورۃ احزاب آیت 41)

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت پر نازل ہوں گے آپ کے ہی قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے والے ہوں گے گویا کہ وہ آپ کی امت میں سے ہی کوئی شخص ہیں۔"

حضرت امام ملا علی قاریؒ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"وَلَا مُنَافَاةَ بَيْنَ اَنْ يَكُوْنَ نَبِيًّا وَيَكُوْنَ مُتَابِعًا لِنَبِيِّنَا ﷺ فِيْ بَيَانِ اَحْكَامِ شَرِيْعَتِهٖ۔" اور اس میں کوئی تناقض نہیں کہ ایک شخص نبی بھی ہو اور شریعت کے احکام کو بیان کرنے میں ہمارے نبی ﷺ کا تابع بھی ہو۔

حضرت امام ملا علی قاری حدیث لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا کی تشریح میں فرماتے ہیں:

قُلْتُ: وَمَعَ هٰذَا لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ وَ صَارَ نَبِيًّا، وَكَذَا لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِيًّا لَكَانَ مِنْ اَتْبَاعِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَعِيْسٰى وَالْخِضَرِ وَاِلْيَاسَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، فَلَا يُنَاقِضُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ اِذِ الْمَعْنٰى: اَنَّهٗ لَا يَاْتِيْ نَبِيٌّ بَعْدَهٗ يَنْسَخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ اُمَّتِهٖ.

(الموضوعات الکبریٰ تالیف ملا علی قاری حرف اللام حدیث:745)

حضرت امام ملا علی قاری حدیث لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"بایں ہمہ یہ بات بھی ہے کہ اگر ابراہیمؓ زندہ رہتے اور نبی بن جاتے نیز حضرت عمرؓ بھی نبی ہو جاتے تو وہ دونوں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام، اور حضرت الیاس علیہ السلام کی طرح آنحضرت ﷺ کے تابع نبیوں میں سے ہوتے۔ پس یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے قول خاتم النبیین کے ہرگز مخالف نہیں۔ کیونکہ خاتم النبیین کے تو یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہو سکتا جو آپ ﷺ کے دین کو منسوخ کرے اور آپ کا امتی نہ ہو۔ اس مفہوم کی تقویت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔" (الموضوعات الکبریٰ تالیف ملا علی قاری حرف اللام حدیث:745)

حضرت محی الدین ابن العربیؒ (وفات 638ہجری) حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں: وَهٰذَا مَعْنٰى قَوْلِهٖ ﷺ: اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ اَيْ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ يَكُوْنُ عَلٰى شَرْعٍ يُخَالِفُ شَرْعِيْ، بَلْ اِذَا كَانَ يَكُوْنُ تَحْتَ حُكْمِ شَرِيْعَتِيْ. (فتوحات المکیة لابن عربی الباب 73 فی معرفة عدد ما یحصل من الاسرار ...... الجزء الثانی صفحه 6 مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت ایڈیشن اول)

(ترجمہ) یہی معنی اس حدیث کے ہیں کہ اب رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی ہے میرے بعد نہ رسول ہے اور نہ نبی۔ یعنی کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو ایسی شریعت پر ہو جو میری شریعت کے خلاف ہو بلکہ جب کبھی نبی آئے گا تو وہ میری شریعت کے تابع ہوگا۔"

کامل متابعت اور فیضان رسولؐ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیشہ یہی فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو شرف آپؑ کو حاصل ہوا وہ سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی کامل پیروی سے حاصل ہوا اور ممکن نہ تھا کہ اس کے بغیر آپؑ شرفِ مکالمہ و مخاطبہ سے سرفراز کئے جاتے۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادۂ الٰہی احیائے دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص محیی کی تعین ظاہر نہیں ہوئی اس لئے وہ اختلاف میں ہے۔ اس اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک مُحیی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اُس نے کہا "هٰذا رجلٌ یحب رسول الله"۔ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے سو اِس شخص میں محقق ہے"۔ (براہین احمدیہ صفحہ 576 حاشیہ در حاشیہ)

اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں "سو میں نے خدا کے فضل سے، نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا

ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی ﷺ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفتِ کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے''۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ 57)

''خداوند کریم نے اُسی رسول مقبول کی متابعت اور محبت کی برکت سے اور اپنے پاک کلام کی پیروی کی تاثیر سے اس خاکسار کو اپنے مخاطبات سے خاص کیا ہے۔ اور علوم لدنیہ سے سرفراز فرمایا ہے اور بہت سے اسرارِ مخفیہ سے اطلاع بخشی ہے اور بہت سے حقائق اور معارف سے اس ناچیز کے سینہ کو پُر کر دیا ہے۔ اور بار ہا بتلا دیا ہے کہ یہ سب عطیات اور عنایات اور تائیدات اور یہ سب مکالمات اور مخاطبات بُمین متابعت و محبت حضرت خاتم الانبیاء ﷺ ہیں''۔

(براہین احمدیہ 633 حاشیہ 11)

امتی اور ظلی نبوت عطا کئے جانے کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ''میں اُسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ مخاطبہ کیا اور پھر اسحاقؑ سے اور اسمٰعیلؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسیٰؑ سے اور مسیح ابن مریم سے اور سب کے بعد ہمارے نبی ﷺ سے ایسا ہمکلام ہوا کہ آپؐ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی۔ ایسا ہی اُس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا۔ مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت ﷺ کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر میں آنحضرت ﷺ کی امت نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرفِ مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔ پس اس بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔ اور میری نبوت یعنی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا ایک ظل ہے اور بجز اس کے میری نبوت کچھ بھی نہیں۔ وہی نبوتِ محمدیہ ہے جو مجھ میں ظاہر ہوئی''۔ (تجلیات الٰہیہ صفحہ 24)

مہدی اور مسیح کا انکار

بعض مسلمان کہتے ہیں کہ ہمیں کسی مسیح یا مہدی کی ضرورت نہیں ہمارے لئے ہمارا مذہب ہی کافی ہے۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ''اگر میں خود دعویٰ کرتا ہوں تو بے شک مجھے جھوٹا سمجھو۔ لیکن اگر خدا کا پاک نبی اپنی پیشگوئیوں کے ذریعہ سے میری گواہی دیتا ہے اور خود میرا خدا میرے لئے نشان دکھلاتا ہے تو اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو۔ یہ مت کہو کہ ہم مسلمان ہیں ہمیں کسی مسیح وغیرہ کے قبول کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو مجھے قبول کرتا ہے وہ اسے قبول کرتا ہے جس نے میرے لئے آج سے تیرہ سو برس پہلے لکھا ہے اور میرے وقت اور زمانہ اور میرے کام کے نشان بتلائے ہیں اور جو مجھے رد کرتا ہے وہ اسے رد کرتا ہے جس نے حکم دیا کہ اسے مانو''۔ (ایام الصلح صفحہ 93)

کوئی آسمان سے نہیں اترے گا

''اے تمام لوگو سن لو کہ یہ اُس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر اُن کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رہے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ اگر اب مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو اس ٹھٹھے سے کیا نقصان کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔ پس ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا حسرةً علی العباد ما یأتیھم من رسولٍ الّا کانو به یستھزئون۔ پس خدا کی طرف سے یہ نشانی ہے کہ ہر ایک نبی سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ اگر ایسا آدمی جو تمام لوگوں کے روبرو آسمان سے اترے اور فرشتے بھی اُس کے ساتھ ہوں اُس سے کون ٹھٹھا کرے گا۔ پس اس دلیل سے بھی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے۔

یاد رکھو! کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتا نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اُن کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور اُن میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا انکے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اترا۔ **تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نو امید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے''۔** (تذکرۃ الشہادتین صفحہ 64-65)

فضائلِ قرآنِ مجید

(کلام سیّدنا حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

بہارِ جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

کلامِ پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لُولُوئے عُماں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اس پہ آساں ہے

ارے لوگو! کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بُوئے ایماں ہے

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو، یہ کیسا کِذب و بہتاں ہے

اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذاتِ واحد کا
تو پھر کیوں اس قدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے

یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

اسلام کا بطل جلیل

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تقریر دلپذیر حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ

فرمودہ جلسہ سالانہ 1974ء

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشن کوئی معمولی مشن نہ تھا۔ آپؑ قرآن کریم کی اُس عظیم الشان پیشگوئی کو پورا کرنے کی غرض سے بھیجے گئے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کو دوسرے تمام ادیان پر غالب کر دیا جائے۔ آپؑ ایسے وقت میں اس عظیم الشان مشن کو پورا کرنے کے لئے تشریف لائے جب کہ بظاہر یہ دین سخت کسمپرسی کی حالت میں تھا اور اس دین کے فدائی اور حامی شعراء اس کی موجودہ حالتِ زار پر نوحے لکھ رہے تھے۔ ایک طرف اُن کے سامنے آنحضور ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانے کا وہ اسلام تھا جو غارِ حرا سے نور کے چشمے کی صورت میں پھوٹا تھا اور دیکھتے دیکھتے ریگزارِ عرب کو اس نے جل تھل کر دیا کہ وہ موج در موج ایک سیلِ رواں کی صورت خاکنائے عرب کی سرحدوں کو پھلانگتا ہوا قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج اور ان کی بوسیدہ اور کرم خوردہ تہذیب کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے گیا۔ مسلمان شعراء اور مفکرین کے سامنے ایک وہ روشن روشن منظر تھا اور ایک یہ بھیانک تصویر کہ صدیوں کے مرے ہوئے بُت پھر زندہ ہو گئے اور آب و آتش کے پرستاروں اور پتھروں، سانپوں اور بچھوؤں کے پجاریوں کو یہ تاب اور مجال ہوئی کہ بڑھ بڑھ کر للکارتے ہوئے اسلام پر حملہ آور ہونے لگے۔ جرأتیں یہاں تک بڑھیں اور حوصلے ایسے بلند ہوئے کہ سیواجی نے راجہ جے سنگھ کے نام اپنے خط میں لکھا: ''میری تلوار مسلمانوں کے خون کی پیاسی ہے۔ افسوس صد ہزار افسوس کہ یہ تلوار مجھے ایک اور ضرورت کے لئے میان سے نکالنی پڑی۔ اسے مسلمانوں کے سروں پر بجلی بن کر گرنا چاہئے تھا جن کا نہ کوئی مذہب ہے اور نہ انہیں انصاف کرنا آتا ہے۔ میری بادلوں کی طرح گرجنے والی فوجیں مسلمانوں پر تلواروں کا وہ خونی مینہ برسائیں گی کہ دکن کے ایک سرے سے لے کر دوسرے تک سارے مسلمان اس سیلابِ خون میں بہہ جائیں گے اور ایک مسلمان کا نشان بھی باقی نہیں رہے گا''۔

(منقول از اخبار الجمیعۃ دہلی۔ بحوالہ سوانح فضلِ عمر جلد اوّل صفحہ 15)

اس خط کو نقل کرتے ہوئے اے۔ کے۔ سوریہ لکھتے ہیں: ''سیواجی کے یہ الفاظ اس کے اصلی رنگ کو ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ اسلام کو مٹا کر اس ملک کا عام مذہب ہندو دھرم کو بنانا چاہتا تھا۔ اُس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا کہ مسلمانوں کو حوالہ شمشیر و آتش کر کے ہندوستان سے اُن کا نام و نشان مٹا دے''۔

(منقول از اخبار الجمیعۃ دہلی۔ بحوالہ سوانح فضلِ عمر جلد اوّل صفحہ 15)

ہندوؤں کے احیاءِ نو کی ایک تحریک آریہ سماج کے نام سے اٹھی جس کا اوّلین مقصد ہندومت کو اسلام پر اس طرح غالب کرنا تھا کہ ہندوستان میں بھولے سے بھی کوئی مسلمان نہ ملے۔ اس کے متعلق ذکر کرتے ہوئے اخبار پرکاش لکھتا ہے: ''ہندوستان میں سوائے ہندو راج کے دوسرا راج قائم نہیں رہ سکتا۔ ایک دن آئے گا کہ ہندوستان کے سب مسلمان شدھی کے ذریعہ آریہ سماجی ہو جائیں گے۔ یہ بھی ہندو بھائی ہیں آخر صرف ہندو ہی رہ جائیں گے۔ یہ ہماری آدرش ہے، یہ ہماری آشا ہے۔ سوامی جی مہاراج نے آریہ سماج کی بنیاد اسی اصول کو لے کر ڈالی۔''

(پرکاش، لاہور 26۔ اپریل 1925، بحوالہ سوانح فضلِ عمر جلد اوّل صفحہ 16)

ادھر ہندوؤں کی یہ کیفیت تھی اُدھر پنجاب کی سرزمین میں سکھ راج نے مسلمانوں پر آفت ڈھا رکھی تھی۔ تلسی رام ایک ہندو مؤرخ اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: ''مسلمانوں سے سکھوں کو بڑی دشمنی تھی اذان یعنی بانگ با آوازِ بلند نہیں ہونے دیتے تھے۔ مسجدوں کو اپنے تحت میں لے کر اُن میں گرنتھ پڑھنا شروع کرتے اور اس کا نام موت کڑار کھتے تھے۔'' انسائیکلو پیڈیا آف سکھ لٹریچر میں لکھا ہے: ''سکھوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کا جذبہ بے پناہ تھا۔ مسلمان مردوں عورتوں اور بچوں کو بے دریغ قتل کیا گیا۔ اُن کے گاؤں بالکل تباہ کر دئے گئے، عورتوں کی بے حرمتی کی گئی اور ہزاروں مسجدیں جلا دی گئیں۔'' حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''مسلمانوں کو ابھی تک وہ زمانہ نہیں بھولا جبکہ وہ سکھوں کی قوم کے ہاتھوں ایک دہکتے ہوئے تنور میں مبتلا تھے اور ان کی دستِ تعدی سے نہ صرف مسلمانوں کی دنیا ہی تباہ تھی بلکہ اُن کے دین کی حالت اس سے بھی بدتر تھی۔ دینی فرائض کا ادا کرنا تو درکنار بعض اذان کے کہنے پر جان سے مارے جاتے تھے۔''

اس حالتِ زار کے وقت انگریزی حکومت نے مسلمانوں کو ظلم و استبداد سے نجات بخشی اور امن و امان کا دور دورہ ہوا لیکن افسوس کہ ان کے ساتھ عیسائیت کا پیغام

مسلمانوں کی تباہی کا پیغام بن کر آیا اور ہندوستان کی مذہبی دنیا میں ایک تلاطم برپا کر دیا۔ خصوصاً اسلام پر عیسائیت کی طرف سے ایسے بھرپور حملے کئے گئے کہ ان کی یلغار کے چرچے ہونے لگے۔ عیسائیت کو اس تیزی سے ہندوستان میں کامیابی حاصل ہونے لگی کہ فتح کے نشے میں بدمست ہو کر عالمی شہرت کے مالک عیسائی پادری یہ بلند و بانگ دعاوی کرنے لگے کہ ”دنیائے عیسائیت کا عروج آج اس درجہ زندہ حقیقت کی صورت اختیار کر چکا ہے کہ اس درجہ عروج اس سے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوا تھا۔ ذرا ہماری ملکہ وکٹوریہ کو دیکھو جو ایک ایسی سلطنت کی سربراہ ہے جس پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔ دیکھو! وہ ناصرہ کے مصلوب کی خانقاہ پر کمال درجہ تابعداری سے احتراماً جھکتی ہے اور خراجِ عقیدت پیش کرتی ہے...... دیکھو! جرمنی کے نوجوان قیصر کو جب وہ خود اپنے لوگوں کے لئے بطورِ پادری فرائض سرانجام دیتا ہے اور یسوع مسیح کے مذہب یعنی دینِ عیسائیت سے اپنی وفاداری کا اعتراف کرتا ہے۔ مشرقی اقدار پر ماسکو کے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ میں زارِ روس کو دیکھو کہ تاج پوشی کے وقت ابنِ آدم کے طشت میں رکھ کر اسے تاج پیش کیا جاتا ہے یا پھر ایک مغربی جمہوریت کے صدر کے بعد دوسرے صدر کو دیکھو اُن میں سے ہر ایک عبادت کے نسبتاً سادہ لیکن عمیق اسلوب میں ہمارے خداوند کے ساتھ اپنی وفاداری اور تابعداری کا اظہار کرتا چلا جاتا ہے۔“ (بیروز لیکچرز صفحہ 19-20)

مذہبی جنگ کے میدان میں یہ نقشہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میدانِ کارزار میں قدم رکھا اور اس شان اور قوت اور فنی مہارت اور بے مثال فراست کے ساتھ اہلِ اسلام کی کمان سنبھالی کہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں اُس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ آپؑ کا جہاد فی سبیل اللہ بارگہِ الٰہی میں اس حد تک مقبول ہوا کہ الہاماً آپؑ کو جری اللہ فی حلل انبیاء (تذکرہ) کا لقب عطا کیا گیا یعنی فرمایا کہ دیکھو کہ خدا کا پہلوان انبیاء کا لبادہ اوڑھے ہوئے میدانِ کارزار میں اترا ہے۔

ایک عظیم سپہ سالار میں جو خوبیاں پائی جانی چاہئیں وہ آپؑ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ بڑا دلچسپ اور طویل مضمون ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فنونِ حرب کو سمجھنے کے لئے گہرے تحقیقاتی مطالعہ کی ضرورت ہے۔ صرف تعارف کے طور پر چند ایک امور پر روشنی ڈالتا ہوں۔

جنگ مادی ہو یا روحانی، روحانی ہو یا نظریاتی، بنیادی ضرورت یہ ہوتی ہے کہ اچھی تیاری کی جائے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ اچھے ہتھیاروں کی فراہمی اور نئے ہتھیاروں کی ایجاد سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا حصہ اپنی فوج کو عمدہ تربیت دینے سے تعلق رکھتا ہے جو فی ذاتہٖ ایک بڑا وسیع مضمون ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیونکہ ایک عظیم روحانی فوج کے سردار تھے جسے مادی ہتھیاروں سے نہیں بلکہ روحانی ہتھیاروں سے دشمنانِ اسلام پر غلبہ پانا تھا۔ لہٰذا اس جہاد کے لئے جس قسم کی تیاری کی ضرورت تھی وہ آپؑ نے حدِ امکان تک فرمائی۔

اس تیاری کے سلسلہ میں آپؑ نے راہنمائی کے لئے سیّدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تاقیامت باقی رہنے والی تعلیم اور ارشادات کو اپنا راہنما بنایا اور قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور روشنی پانے کے لئے اس کثرت سے اور ایسے گریہ وزاری سے دعائیں کیں کہ اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت اور تائید اس کوشش میں ہر گھڑی آپؑ کے ساتھ رہتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؑ کو اس مختصر زندگی میں تنِ تنہا اسلام کی ایسی شاندار اور عظیم الشان خدمات کی توفیق عطا ہوئی کہ غیر بھی پکار اٹھے کہ آنحضور ﷺ کے دورِ اوّل کے بعد تیرہ صدیوں میں کسی کو ایسی توفیق نہیں ملی۔ اس سلسلے میں آپؑ کی پہلی تصنیف براہینِ احمدیہ گویا اہلِ اسلام کا ایک جدید اسلحہ خانہ ثابت ہوئی اور ایسے نئے مؤثر اور ناقابلِ تردید دلائل سے آراستہ تھی جن کے استعمال نے دشمن کے کیمپ میں ایک کھلبلی مچا دی۔ اپنوں کو نئے حوصلے، نئی جرأتیں اور نئے اعتماد عطا کئے۔ یہ وہی کتاب ہے جس کی اشاعت پر مولوی محمد حسین بٹالوی نے وہ تاریخی خراجِ عقیدت پیش کیا جو اس نوعیت کا ہے کہ اسلامی جہاد کا مؤرخ ہمیشہ اسے دہراتا رہے گا۔ مولوی صاحب موصوف نے فرمایا ”ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانے میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔“ (اشاعۃ السنۃ جلد 7 نمبر 6 صفحہ 348 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 172)

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کے اس مشہور و معروف اعترافِ حق کے بعد ہندوستان کے ایک اور عالمِ دین صحافی کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں جن کی بزرگی اور علم و فضل کا شہرہ ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلا ہوا تھا۔ جناب مولانا محمد شریف صاحب بنگلوری مدیر اخبار ”منشورِ محمدی“، براہینِ احمدیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”مدت سے ہماری آرزو تھی کہ علمائے اسلام سے کوئی حضرت جن کو خدا نے دین کی تائید اور حمایت کی توفیق دی ہے کوئی کتاب ایسی تصنیف یا تالیف کریں جو زمانہ موجودہ کی حالت کے موافق ہو۔ اور جس میں دلائل عقلیہ اور براہینِ نقلیہ قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے پر آنحضرت ﷺ کے ثبوتِ نبوت پر قائم ہوں۔ خدا کا شکر ہے یہ آرزو برآئی۔ یہ وہی کتاب ہے جس کی تالیف یا تصنیف کی مدت سے ہم کو آرزو تھی...... افضل العلماء فاضل جلیل جرنیل فخر اہلِ اسلام ہند مقبول بارگہ صمد جناب مولوی میرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیان ضلع گرداسپور کی تصنیف ہے۔ سبحان اللہ کیا تصنیفِ منیف ہے کہ جس سے دینِ حق کا لفظ لفظ سے ثبوت ہو رہا ہے۔ ہر ہر لفظ سے حقیقتِ قرآن و نبوت ظاہر ہو رہی ہے۔ مخالفوں کو کیسے آب و تاب سے دلائل قطعیہ سنائے گئے ہیں۔ دعویٰ ہی مدلل براہینِ ساطعہ ثبوت

ہے۔مثبت بہ دلائل قاطعہ، تاب دم زدنی نہیں۔اقبال کے سوا چارہ نہیں۔ہاں انصاف شرط ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔ایھا الناظرین! یہ وہی کتاب ہے جو فی الحققت لاجواب ہے۔'' (منشور محمدی بنگلور 25 رجب المرجب1300ھ۔بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 176) مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اس رائے کا اظہار فرمایا تھا کہ آج تک تو یہ کتاب لاجواب اور بےنظیر ہے آئندہ کی خبر نہیں مگر مولانا محمد شریف صاحب فرماتے ہیں ''لا الہ الا اللہ حق اور محمد رسول اللہ برحق ہم تو فخر یہ یہ کہتے ہیں کہ جواب ممکن نہیں ہاں قیامت تک لامحال ہے۔''

آپ کے اوّلین مدِ مقابل ہندو عیسائی اور سکھ تھے۔اُن کے مقابل پر اسلام کی تائید میں جو دلائل کا اُمڈا ہوا سیلِ رواں آپ کے قلم سے پھوٹا آج میں ان تینوں مذاہب سے متعلق آپ کے ان میں سے تین ایسے دلائل نمونہ پیش کرتا ہوں جن کی دو امتیازی خصوصیات ہیں۔اوّل یہ کہ ان کی کوئی نظیر آپ سے قبل کے علمِ کلام کی دنیا میں نہیں ملتی۔دوسرے یہ کہ دلائل گہری تحقیق کا نتیجہ ہیں محض منطقی نوعیت کے شعبدے نہیں۔گویا اس عصائے موسیٰ کے مشابہ ہیں جس کے سامنے شعبدہ بازی کے سانپ رسیاں بن کر رہ گئے۔

ہندومت کے ساتھ مقابلہ

ہندومت کے مقابلہ میں ہندو مذہب کے تمام فرقے اپنے اندرونی اختلافات کے باوجود اس عقیدے اور دعویٰ میں متفق تھے کہ سنسکرت وہ واحد الہامی زبان ہے جس میں خداتعالیٰ نے اپنے رشیوں سے کلام کیا۔اس دعوے کے ثبوت میں وہ یہ مفروضہ پیش کرتے ہیں کہ سنسکرت دنیا کی وہ قدیم ترین زبان ہے جو کسی دوسری زبان کی مرحونِ منت نہیں۔جب کہ دنیا کی تمام دوسری زبانیں سنسکرت سے نکلی ہوئی ہیں۔پس ایک کامل زبان کی حیثیت سے سنسکرت ہی اس بات کی اہل تھی کہ اس میں خدا کا کلام نازل ہو۔پس اس موضوع پر قرآن اور ویدوں میں سے درحقیقت کون سی کامل اور الہامی کتاب ہے آپ کے اور ہندوؤں کے درمیان شدید معرکہ آرائی ہوئی۔ہندو دعاوی کی لغویت اور اسلامی نظریہ کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے آپ نے جو سینکڑوں قوی دلائل پیش کئے اُن میں سے ایک یہ تھا کہ آپ نے گہری تحقیق کے بعد یہ ثابت فرمایا کہ سنسکرت نہ تو دنیا کی پہلی زبان ہے نہ ہی الہامی زبان ہے نہ کوئی ایسی خوبی اپنے اندر رکھتی ہے کہ اسے بہترین تو درکنار عام درجہ کی اچھی زبان بھی سمجھا جائے۔اس کے برعکس عربی کے حسن وکمال اور کمالِ حسن پر آپ نے ایک بےنظیر تحقیق فرمائی جس میں ثابت فرمایا کہ عربی نہ صرف ایک کامل زبان ہے بلکہ وہ پہلی زبان ہے جسے خداتعالیٰ نے الہاماً انسان کو سکھایا اور دنیا کی تمام دوسری زبانیں اس زبان سے نکلیں اور اسی کی بگڑی ہوئی صورتیں ہیں۔پھر آپ نے یہ بھی ثابت فرمایا کہ سنسکرت بھی عربی سے ہی نکلی ہے لیکن جن ہاتھوں میں اس نے پرورش پائی وہ اتنے بھونڈے اور بےسلیقہ تھے کہ نقل کی بھی عقل نہ رکھتے تھے لہٰذا سنسکرت عربی کی بگڑی ہوئی صورتوں میں ایک بہت ہی ادنی اور ذلیل مقام رکھتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ہندومت کے رہنماؤں کے درمیان وید یا قرآن کی فضیلت کے موضوع پر جو طویل معرکے ہوئے ان میں صرف ایک نمونہ میں نے سامعین کے سامنے پیش کیا ہے۔اس طویل معرکہ آرائی کا نتیجہ بالآخر کیا نکلا؟ وہ مجھ سے نہیں بلکہ ایک ہندو رہنما کی زبان سے سنیئے۔کتاب ''ہندو دھرم اور اصلاحی تحریکیں'' کے مصنف اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے'' آریہ سماج کا مسلمانوں کے ایک تبلیغی گروہ یعنی قادیانی فرقے سے تصادم ہوگیا۔آریہ سماج کہتی تھی کہ وید الہامی ہے اور سب سے پہلا آسمانی صحیفہ اور مکمل گیان ہے۔قادیانی کہتے تھے کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے اور حضرت محمد خاتم النبیین ہیں۔اس کدوکاوش کا نتیجہ یہ نکلا کہ کوئی عیسائی اور مسلمان اب مذہب کی خاطر آریہ سماج میں داخل نہیں ہوتا۔''

عیسائیت کے ساتھ مقابلہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوسرے مخاطب بلکہ اہمیت کے لحاظ سے اوّلین مخاطب کہنا چاہئے عیسائی تھے جن کے مذہب کی بنیاد ہی اس عقیدے پر تھی کہ حضرت مسیح علیہ السلام مافوق البشر طاقتوں کے حامل تھے اور ابدی زندگی اور رفع السماء کے دو ایسے امتیازی نشانات اُن کو عطا ہوئے کہ کبھی کسی بشر اور رسول کو یہ نشانات عطا نہیں ہوئے۔بدقسمتی سے چونکہ مسلمان بھی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنے خاکی جسم کے ساتھ آج تک زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں لہٰذا اس دلیل کا کوئی شافی جواب ان کے پاس نہیں تھا۔حضرت مسیح کا بن باپ کے پیدا ہونا مسلمانوں کی مشکلات میں مزید اضافے کر رہا تھا۔عیسائی پادری الوہیتِ مسیح کی تائید میں دلائل کی یہ تثلیث پیش کیا کرتے تھے کہ دیگر بشر رسولوں سے ممتاز، غیر طبعی زندگی پانے والے، جسم سمیت آسمان کی طرف پرواز کر جانے والے وہ روحانی وجود ہیں جن کی پیدائش ابنائے آدم کی لمس سے پاک تھی، جن میں خدا نے خود اپنی روح کو پھونکا، جسے تم خود روح اللہ تسلیم کرتے ہو اگر وہ خدا کا بیٹا نہیں تھے تو اور کیا تھے؟ اس دلیل کے مقابل پر دیگر علماء سخت عاجز تھے اور آج تک عاجز ہیں۔عیسائی پادریوں کے اس ہتھیار سے زخمی ہوکر لاکھوں مسلمان اسیرِ عیسائیت ہوگئے اور کسی میں طاقت نہ تھی کہ اس ہتھیار کی ہلاکت آفرینی کا مقابلہ کر سکے۔تب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جری اللہ فی حلل انبیاء تشریف لائے، اپنے ہاتھوں میں علمِ اسلام تھاما اور خدا سے خبر پا کر یہ پُرشوکت اعلان کیا کہ مسیح ابنِ مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے۔یہ اعلان عیسائی کیمپ پر ایک آسمانی بجلی بن کر گرا اور اس عظیم انکشاف نے یک دفعہ میدانِ کارزار کا پانسہ پلٹ کر رکھ دیا۔وہ جو حملہ آور تھے شدید حملوں کی

زد میں آگئے، وہ جو پسپا کر رہے تھے پسپا ہوئے، اسیرانِ صیاد رہا ہوئے اور صیاد دامِ اسیری میں الجھ گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس برہانِ قاطعہ کو اس شان اور قوت کے ساتھ استعمال کیا اور ایسے تابڑ توڑ حملے عیسائیت پر کئے کہ صلیب کی گویا کمر توڑ کر رکھ دی۔ یہ محض ایک دعویٰ نہیں، عیسائیت کو شکست دینے کی خاطر فقط ایک منطقی حربہ نہیں تھا جسے کسی ہوشیار مناظر نے اپنی اعلیٰ مہارت سے بیٹھے بیٹھے گھڑ لیا ہو۔ یہ مذہبی اور علمی دنیا کا ایک عظیم انکشاف تھا اس کے آگے اور پیچھے دائیں اور بائیں ٹھوس ناقابلِ تردید شہادتوں کے کڑے پہرے تھے۔ اس انکشاف کی تائید میں آپؑ نے بائبل کو گواہ ٹھہرایا تو قدیم اور جدید صحیفے ورق در ورق وصالِ ابنِ مریم کی گواہی دینے کے لئے چل پڑے۔ آپؑ نے تاریخ عہدِ عیسوی کو گواہ ٹھہرایا تو تاریخ عہدِ عیسوی دست بستہ شہادت کے لئے آگے بڑھی۔ آپؑ نے عقلِ انسانی اور علوم ظاہری کو شہادت کے لئے پیش کیا تو عقلی اور سائنسی دلائل ہجوم در ہجوم دوڑے چلے آئے اور گروہ در گروہ نعرہ زن ہوئے کہ عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے۔ آپؑ نے قرآن سے فیصلہ چاہا تو سنو کہ تیس محکم آیات کی عدالت نے وفاتِ مسیحؑ پر اپنی مہر ناطق ثبت فرمائی۔

محض یہ کہہ دینا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں ایک معمولی اور آسان سی بات نظر آتی ہے لیکن ذرا اس طرف بھی نگاہ فرمائیے کہ دنیا کی دو سب سے بڑی قوموں کے ایسے مسلمہ عقیدہ کے برعکس اعلان کرنا جس پر وہ صدیوں سے جمے بیٹھے تھے کوئی معمولی ہمت کا کام نہ تھا۔ کہنے کو تو یہ آسان بات تھی لیکن ذرا غور فرمائیے کہ تمام ہم عصر علماء اسلام کے متفق علیہ عقیدہ کو قرآن و حدیث کے قطعی دلائل سے غلط ثابت کرنا کوئی آسان بات تھی؟ کیا یہ آسان بات تھی کہ عہد نامہ قدیم ہی سے نہیں بلکہ عہد نامہ جدید کی رو سے بھی وفات مسیح کو ثابت کیا جائے جسے حیاتِ مسیح کی واحد سند کے طور پر پیش کیا جاتا تھا، عیسائیت کے خلاف آپؑ کے پیش کردہ سینکڑوں دلائل میں سے ایک دلیل تھی۔ عقل دنگ رہ جاتی ہے یہ سوچ کر کہ اس ایک دلیل کے پیچھے تحقیق اور جستجو پر آپؑ کو کتنی محنتِ شاقہ خرچ کرنی پڑی ہوگی اور کتنی راتوں کے دیئے آپؑ نے جلائے ہوں گے۔ مذہبی اور تاریخی، علمی اور عقلی، عقلی اور نقلی سینکڑوں تائیدی دلائل آپؑ کی پیش کردہ اس ایک دلیل کے آگے اور پیچھے چپراست کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

پس یہ جدید اور بے مثل نظریاتی ہتھیار جو آپؑ نے لشکرِ اسلام کو عیسائیت پر یلغار کے لئے فراہم کیا تائیدِ غیبی اور نصرتِ الٰہی کا ایک انقلاب آفریں چمکتا ہوا اعجاز تھا۔ صرف اسی ایک مسئلہ پر آپؑ کی تحقیق کی وسعت اور جستجو کا انہماک ملاحظہ فرمائیے کہ مختلف پہلوؤں سے وفاتِ مسیح کے سینکڑوں دلائل پیش کرنے پر بات ختم نہیں فرمائی بلکہ پہلے تو عیسائیت کے مصنوعی خدا کو آسمان سے زمین پر اتارا اور پھر مریم کے بیٹے اس حقیقی عیسیٰ کی تلاش شروع فرما دی جو خدا کا ایک مقدس رسول تھا اور بنی اسرائیل کی طرف اپنے رب کا پیغام لے کر آیا تھا یعنی اُس حقیقی رسول کی تلاش شروع کی جس کی شخصیت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ایک فرضی عیسیٰ آسمان پر جا بیٹھا تھا اور وہ خود واقعہ صلیب کے بعد سے عملاً گوشۂ گمنامی میں پڑا ہوا تھا اور انیس سو سال سے کچھ پتہ نہ تھا کہ اس سخت مظلوم نبی پر کرب و بلائے صلیب کے بعد کیا گذری اور وہ کس حال میں کہاں گیا؟ بڑا مشکل کام تھا بڑا ہی مشکل کام تھا۔ جب سے دنیا بنی ہے گمشدگان کی تلاش بھی بنی آدم کو رہی ہے لیکن جب سے دنیا بنی ہے کسی تلاش کرنے والے کو ایسی کٹھن مہم درپیش نہ آئی ہوگی کہ انیس سو سال سے پہلے کے ایک گمشدہ وجود کو تلاش کرے۔

عقلِ انسانی اسے ناممکن اور محال قرار دیتی ہے لیکن سنو اور اپنے رب کی تکبیر کرو کہ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کا غلام اسلام کا بطل جلیل آگے بڑھا اور اس ناممکن کام کو ممکن کر کے دکھا دیا اور اُس مظلوم نبی کے مدفن اور آخری آرامگاہ کو تلاش کر لیا جو انیس صدیاں قبل اپنی قوم کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر اور دکھوں والی صلیب کے چنگل سے رہائی پا کر ایک چشموں والی پُر امن پہاڑی وادی کی طرف ہجرت کر کے چلا گیا تھا۔ بلاشبہ یہ تحقیق اور دریافت کی دنیا کا ایک عظیم شاہکار تھا۔ اس وقت سے لے کر کہ جب حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو صلیب سے اتارا گیا اس وقت تک کہ جب خدا نے آپؑ کی روح کو اپنی ابدی جنتوں کی طرف بلایا، مسیح محمدی نے آپؑ کے سفرِ ہجرت کی ہر منزل سے پردہ اٹھایا، ہر سنگِ میل کو دریافت کیا اور صدیوں کی خاک تلے اُن نقوشِ پا کو اجاگر کیا جو مظلوم مہاجرین کا ایک قافلہ فلسطین سے جنتِ کشمیر کی طرف ہجرت کرتے ہوئے تاریخ کی مدفون راہوں پر چھوڑ آیا تھا۔ اللہ اللہ کیا شان ہے اس تحقیق کی! اللہ اللہ کیا شان ہے اُس احمد مکی ﷺ کی جس کی غلامی کا دم بھر کر قادیان میں یہ عارفِ ربانی پیدا ہوا۔

سکھ مت کے ساتھ مقابلہ

عیسائیوں اور ہندوؤں کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سکھ مت کے نسبتاً محدود محاذ پر بھی اسلام کی شاندار نمائندگی فرمائی۔ اس موقعہ پر بھی آپؑ کی یہ امتیازی شان قائم رہتی ہے کہ غیر مذاہب کے ساتھ اسلام کے مقابلے میں آپؑ بڑی گہری تحقیق اور جستجو کے بعد بیّن اور قاطع دلیل کا ایک ایسا نیا ہتھیار دریافت کرتے ہیں جس کی نظیر پہلے کوئی نہیں ملتی اور جو دشمن اسلام کو یک دفعہ حیران اور مبہوت کر دیتا ہے۔ جس کی قوت ضد اور تعصب کے خونوں کو توڑتی اور جس کی لطیف آگ پوشیدہ

سروں کو دو نیم کرتی ہوئی دلوں سے گذر جاتی ہے۔

اب ذرا دیکھئے کہ سکھ مت پر دین اسلام کو غالب کرنے کے لئے آپؑ نے کیسا لطیف اور اچھوتا انکشاف فرمایا کہ نام نہاد سکھ مت کے بانی حضرت گرو بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ تو خود ہی مسلمان تھے بلکہ محمد عربیؐ کے عشق میں گرفتار اور اسلام کے جانثار خادموں میں سے تھے۔ اُن کی طرف کوئی نیا مذہب منسوب کرنا سراسر ظلم اور ناانصافی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اگر سکھ مت کے بانی کو ہی محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک ادنیٰ غلام اور سچا مسلمان ثابت کر دیا جائے تو پیچھے سکھ مت کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکھ مت کی علیحدہ مذہبی حیثیت کے خلاف بکثرت دوسرے دلائل پیش کرنے کے علاوہ الہامِ الٰہی کی روشنی میں وہ سربستہ راز دریافت فرمالیا جو حضرت بابا نانک کے مسلمان ہونے کا ایک ناقابلِ تردید ثبوت فراہم کرتا تھا۔

حضرت بابا نانک علیہ الرحمۃ کا مقدس چولہ حضرت بابا صاحب کی ایک متبرک یادگار کے طور پر ڈیرہ بابا نانک میں محفوظ چلا آتا ہے اور ہر سال صرف ایک بار بڑی حزم و احتیاط کے ساتھ باہر نکالا جاتا ہے۔ سکھوں کا یہ عقیدہ تھا کہ بابا گرو نانک سے اللہ تعالیٰ نے مخفی الہامی زبان میں کلام فرمایا جو اُس چولے پر من و عن درج ہے لیکن اُس آسمانی زبان کا علم کسی دوسرے انسان کو نہیں دیا گیا لہٰذا قیامت تک اب ایک سربستہ راز رہے گا۔ اُن بے چاروں کو کیا خبر تھی کہ علیم و خبیر خدا اس سربستہ راز کو قادیان کے ایک عاشقِ اسلام پر آشکار کرنے والا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکھوں کو سراسیمہ و مبہوت کر کے رکھ دیا جب آپؑ نے یہ حیرت انگیز انکشاف فرمایا کہ چولہ بابا نانک پر کلمہ طیبہ سورۃ فاتحہ، درود شریف اور بعض آیاتِ قرانیہ کے سوا کچھ اور درج نہیں اور وہ مخفی و الہامی زبان جس میں یہ الہامی کلام درج ہے قرآن کی زبان یعنی عربی ہے۔ یہ اعلان کیا تھا گویا سکھوں کے لئے ایک بم کا دھماکہ تھا جس پر پنجاب کی دھرتی ہل گئی۔ میں نے عرض کیا ہے کہ اور بہت سے دلائل میں سے ایک دلیل یہ تھی لیکن ذرا اس دلیل کی قوت شوکت ملاحظہ فرمائیے کہ مقابل کو جڑوں سے اکھیڑ کر پچھاڑ دیا۔ پھر ندرت دیکھئے کہ جب سے سکھ مت کا ایک الگ وجود بنا ہے سکھوں نے اسلام کی تاریخ میں نہ کبھی ایسا ہتھیار دیکھا تھا، نہ سنا تھا، نہ ہی ایسا ہتھیار چلانے والا کبھی ان کے مدِ مقابل آیا تھا۔ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ دلائل محض منطقی جمع خرچ نہیں ہوتے تھے، ٹھوس حقیقتوں کے سچے اور پکے گواہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جب یہ انکشاف فرمایا کہ چولہ بابا نانک پر کلمہ طیبہ اور آیاتِ قرانیہ لکھی ہیں اور ساتھ ہی چولہ باوا نانک کی وہ تصویر بھی شائع فرمائی جو بڑی حکمت اور کوشش سے حاصل کی گئی۔

جہاں تک تربیت یافتہ روحانی فوج کی تیاری کا تعلق ہے قادیان دیکھتے دیکھتے فدائیانِ اسلام کی ایک الگ چھاؤنی بن گیا جہاں جان و مال کی نذر لئے ہوئے مجاہدینِ اسلام دور نزدیک سے کھنچے چلے آتے ہیں اور حضورؑ سے تربیت پا کر اعلائے کلمہ اسلام کے لئے چاروں سمت نکل کھڑے ہوتے تھے۔ آپؑ نے اُن میں اپنے مقصد کی عظمت اور سچائی کا کامل یقین پیدا کیا، آپؑ نے اُن کے اندر اپنے مقصد کا عشق اور والہیت کا تعلق قائم کیا، آپؑ نے انہیں دلائل کے ہتھاروں کا بہترین استعمال سکھایا اور فنونِ حربیہ روحانی کی بے مثل تربیت دی۔ آپؑ نے اُن کے حوصلے ثریا کی طرف بلند کر دیئے اور دشمنوں کے حوصلے اتنے پست کہ گویا تحت الثریٰ میں گرے ہوں۔ آپؑ نے ان میں کامل نظم و ضبط پیدا کیا اور کامل نظریاتی وحدت پیدا کی یہاں تک کہ ان کی دلوں کی دھڑکنیں ہم آہنگ ہوگئیں اور لاکھوں جسموں میں ایک دل دھڑکنے لگا۔ آپؑ نے انہیں اطاعت کا سلیقہ سکھایا اور وہ ایک ہاتھ پر اٹھنا اور ایک ہاتھ پر بیٹھنا سیکھ گئے۔

جرنیل کی حیثیت سے جنگی حکتِ عملی

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک جرنیل کی حیثیت سے جنگی حکمتِ عملی کے موضوع پر روشنی ڈالتا ہوں۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ کیا یہود اور کیا عیسائی، کیا ہندو اور کیا سکھ ہر کس و ناکس، عالم و جاہل اٹھتا تھا اور اسلام پر لغو اعتراضات کی بوچھاڑ کر دیتا تھا۔ اسلام کے خلاف اسی نوع کا نہایت دل آزار لٹریچر اس کثرت سے شائع کیا جا رہا تھا کہ بلا مبالغہ صفحات کی تعداد کروڑوں تک جا پہنچتی ہے۔ حکمتِ عملی کے ایک ہی وار سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں مسائل کا علاج کر دیا۔ آپؑ نے اسلام کے مدِ مقابل تمام مذاہب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ہم سب کے دعاوی میں یہ قدرے مشترک ہے کہ ہم اپنے اپنے دعاوی کے مطابق اپنے مذہب کی بنیاد الہامِ الٰہی پر قرار دیتے ہیں تو کیا ہم پر یہ پابندی لازم نہیں کہ ہم اپنے مذاہب کی طرف صرف وہی خوبیاں بیان کریں جن کی سند ہماری الٰہی کتب میں ملتی ہوں اور دوسرے کی طرف جو بات منسوب کریں اسے بھی اس کی الہامی کتاب سے نکال کر دکھانے کے ذمہ دار ہوں۔ یہ بظاہر سادہ اور معمولی سی پیشکش تھی لیکن دشمنانِ اسلام کے لئے ایک لقمہ اجل ثابت ہوئی جو نہ اس سے اگلا جاتا تھا نہ نگلا جاتا تھا۔ لغو اعتراضات کا غوغا اور بے جا اعتراضات کا شور ان کے حلقوں میں پھنسنے لگا۔ نہ جائے رفتن رہی نہ پائے ماندن۔ اسے قبول کرنا اس لئے مشکل تھا کہ بہت سی خوبیاں جو وہ اپنے مذہب کی بیان کرتے تھے اور بہت سے حسین دعاوی جو

اپنے مذہب کی طرف منسوب کرتے تھے ان کا کوئی ذکر انکی الہامی کتاب میں موجود نہ تھا۔ حقیقتاً وہ اسلامی تعلیم ہی کی چوری تھی مثلاً عیسائیت ایک عالمگیر مذہب ہونے کا دعویٰ کر رہی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تمام دنیا کے نجات دہندہ کے طور پر پیش کیا جا رہا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش کردہ اصول کو تسلیم کرنے کی صورت میں عیسائیت کا یہ دعویٰ بائبل سے نکال کر دکھانا پڑتا تھا جہاں ایسا کوئی بھی ذکر موجود نہ تھا۔ لہٰذا کسی مزید بحث کا سوال ہی باقی نہیں رہتا تھا۔ اگر عیسائی اس پیشکش کو قبول نہ کرتے تو ان پر مدعی سست اور گواہ چست ہونے کا محاورہ صادق آتا تھا۔

آریہ مت پر اس اصول کو چسپاں کر کے دیکھیں تو وہاں بھی یہی دلچسپ نقشہ نظر آتا ہے۔ آریہ مت ہندوؤں کا وہ فرقہ ہے جو توحید الٰہی کا قائل ہے ساتھ ہی یہ فرقہ ویدوں کے الہامی ہونے پر بھی ایمان رکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ طریقِ فیصلہ کے مطابق جب ویدوں پر نظر ڈالیں تو اوّل تا آخر شرک سے بھرے پڑے ہیں لہٰذا آریوں کا حق نہیں بنتا کہ وہ اپنی الہامی کتب کی طرف خود ساختہ دعاوی منسوب کریں۔ ان دونوں مثالوں پر نظر کرنے سے صاف کھل جاتا ہے کہ دراصل قرآن کے پیش کردہ دو خوبصورت دعاوی چوری کر لئے گئے اور چور ایسے دلاور تھے کہ دن دہاڑے چوری کا مال بغل میں دابے مالک سے لڑنے نکلے تھے۔

کامیاب دفاع کے بعد شدید یلغار یہ بھی ایک عظیم جرنیل کی خصوصیت ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فنِ جہاد کا یہ بہت اہم پہلو تھا کہ معاندینِ اسلام کے اعتراضات کا جواب دیتے وقت اسے ایک حد تک ڈھیل دیتے چلے جاتے تھے کہ وہ ہر امکانی حملہ کر کے دل کی بھڑاس نکال لے اور کوئی اعتراض نہ چھوڑے۔ اس دوران اس کے ہر اعتراض در اعتراض کا ایسا مدلل اور مسکت جواب دیتے کہ ہر پڑھنے والے اور سننے والے منصف مزاج شخص پر اعتراضات کی لغویت اور اسلامی تعلیم کی حقانیت ثابت ہو جاتی تھی۔ بالآخر جب معترض کا ترکش خالی ہو جاتا تو اسلام کی طرف دفعۃً شدید الزامی جواب کی کاروائی فرماتے اور سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر اسی قسم کے ہتھیاروں سے اس پر سخت حملہ کرتے جس قسم کے ہتھیاروں سے اس نے اسلام پر حملہ کیا تھا۔ چونکہ دشمن اسلام کو زخم پہنچانے کے شوق میں پہلے ہی اپنے اعتراض کو غلط استعمال کر چکا ہوتا تھا اس لئے اُس کے خلاف یہی ہتھیار بہت زیادہ قوت اور کامیابی کے ساتھ کام کرتا تھا اور فرار کی تمام راہیں اس پر بند ہو جاتی تھیں۔ اس پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کا مطالعہ غیر معمولی دلچسپی کا باعث بنتا ہے۔ مثال کے طور پر کثرتِ ازدواج پر دشمن اعتراض کرتا تھا ۔ اس کا بڑا سلجھا ہوا معقولی جواب دینے کے بعد اور اس تعلیم کا فلسفہ اور حکمت سمجھانے کے بعد پھر معترض کے اپنے معتقدات کے پیشِ نظر آپؑ ایسا الزامی جواب دیتے کہ اسے منہ چھپائے نہ بنتی۔ معترض اگر عیسائی ہوتے تو انہیں بنی اسرائیل خصوصاً حضرت داؤد علیہ السلام کی بیویوں کی تعداد یاد دلائی جاتی، اگر ہندو ہوتے تو حضرت کرشن کی سکھیوں کے ذکر کے ساتھ نیوگ کی تعلیم کا کچھ مزا اُن کو چکھا دیا جاتا۔ غرضیکہ ویسے ہی ہتھیار زیادہ تیز اور زیادہ ناقابلِ تردید صورت میں حضور علیہ السلام اسلام کے دشمنوں کے خلاف فرماتے۔

اس نوعیت کی اچانک اور بھرپور جوابی کاروائی کی دلچسپ مثال وہ ہے جو مباحثہ امتسر میں پیش آئی۔ عیسائیوں نے آپؑ کے دعویٰ مسیحیت کے پیشِ نظر آپؑ کو مبہوت اور مغلوب کرنے کی خاطر لولوں، لنگڑوں، پیدائشی اندھوں اور برص والے مریضوں کا ایک جلوس آپؑ کے سامنے پیش کر دیا اور اچانک یہ سوال کیا کہ اے مسیحیت کے دعویدار! ہمارا مسیح تو لولوں لنگڑوں کو اچھا کر دیا کرتا تھا اور پیدائشی اندھوں اور مبروصوں کو شفا بخشتا تھا اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو اپنے مسیحائی دم سے ان کو اچھا کر کے دکھا تا کہ یک دفعہ فیصلہ ہو جائے۔ آپؑ خاموشی سے مسکراتے رہے اور انہیں پوری طرح سے موقعہ دیا کہ ہر پہلو سے بات مکمل کر لیں۔ بظاہر یہ ایسا سخت حملہ تھا کہ دوست گھبرا گئے اور دشمن آپؑ کی ذلت آمیز شکست کے تصور سے دل ہی دل میں مزے لینے لگا لیکن پیشتر اس کے کہ گھٹی گھٹی عیسائی مسکراہٹیں اسلامی پہلوان کے پچھڑنے پر بے اختیار قہقہوں میں تبدیل ہو جاتیں، آپؑ نے بڑے تحمل سے مسکراتے ہوئے انہیں جواب دیا کہ جو طاقتیں تم اپنے مسیح کی طرف منسوب کرتے ہو ہمارے نزدیک تو تاویل طلب ہیں یا قصے ہیں۔ ہم تو اُس مسیح کو جانتے ہیں جو روحانی بیماروں کو اچھا کرتا تھا اور اسی قدر ہمارا دعویٰ ہے لیکن ہم تمہارے بہت ممنون ہیں کہ تم نے ہمیں ایک تکلیف سے بچالیا۔ جس مسیح پر تم ایمان رکھتے ہو اس نے یہ بھی تو دعویٰ کیا تھا کہ ایک رائی کے برابر بھی اگر تم میں ایمان ہے تو تم اگر پہاڑوں کو حکم دو گے تو وہ چل کر تمہارے پاس پہنچیں گے اور تمہارے اذن سے لولے لنگڑے اچھے ہو کر چلنے لگیں گے اور جب تم کہو گے تو پیدائشی اندھے اور مبروص شفا پا جائیں گے۔ پس بجائے اس کے کہ ہم تمہارے ایمان کے امتحان کے لئے ان بیماروں کو اکٹھا کرنے کی تکلیف کرتے تم نے احسان کیا کہ ہمارے لئے یہ موقع فراہم کر دیا۔ پس آگے بڑھو اور اگر رائی کے برابر بھی تمہیں مسیح کی سچائی پر ایمان ہے تو اپنے اذن سے ان بے چاروں کو اچھا کر دو۔ چونکہ اپنے حملے کے وقت عیسائی اس بات پر قائم ہو چکے تھے کہ مسیح کے اقوال ظاہری اور حقیقی معنی رکھتے ہیں، کسی روحانی تاویل کے محتاج نہیں اس لئے ظاہر ہے کہ ان کے لئے جواب کی کوئی صورت نہ بچی

تھی۔حاضرینِ جلسہ کا بیان ہے اس اچانک اور شدید تر جوابی حملے سے عیسائی پادریوں کے اوسان خطا ہو گئے اور ایک ہراس ان پر طاری ہو گیا۔وہ اُن معذوروں ،بے چاروں کو دھکے دے دے کر وہاں سے نکالنے لگے کہ جلد تر نظر سے دور ہوں اور اُن کی ذلت کی گھڑی کسی طرح ٹلے۔ (جنگِ مقدس روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 155-150)

قومی شعار کے لئے غیرت

میدانِ جنگ میں سب سے زیادہ قابلِ حرمت شئے ایک غیور سپہ سالار کے لئے قومی علم ہوتا ہے۔قومی علم کو سر بلند رکھنے کے لئے مسلمان افسران جیش نے حیرت انگیز فدائیت کے نمونے اپنے پیچھے چھوڑے ہیں۔ایک صحابی کے متعلق روایت ہے کہ جب آپؓ کا وہ ہاتھ کٹ گیا جس میں آپؓ نے لشکرِ اسلام کا جھنڈا تھاما ہوا تھا تو گرنے سے پہلے آپؓ نے اسے دوسرے ہاتھ سے تھام لیا۔جب دوسرا ہاتھ بھی زخمی ہوا تو بھی اسے گرنے نہ دیا اور اس وقت تک اسے دانتوں میں دبا کر بلند رکھا جب تک آپؓ کے قائم مقام نے یہ امانت سنبھال نہ لی تب آپؓ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ (شروع الحرب ترجمہ فتوح العرب صفحہ 320)

قومی علم سے بہت بڑھ کر، بہت بڑھ کر صحابہ رضوان اللہ علیہم کو حضرت رسولِ کریم ﷺ کے لئے غیرت تھی۔آپ ﷺ کے بدن کو دشمن کی ضد سے بچانے کے لئے ایسی فدائیت کے ساتھ اپنے ہاتھ اور چہرے اور اپنی چھاتیاں تیروں اور شمشیروں کے سامنے پیش کرتے تھے کہ تاریخ عالم میں ایسی والہانہ قربانی کی کوئی مثال نہیں۔اسلام کے بطلِ جلیل، احمد مکی و مدنی ﷺ کے غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی سب سے بڑھ کر اپنے آقا حضرت محمد ﷺ کے لئے غیرت تھی۔یہ آپؑ کے عظیم جہاد کا نمایاں اور روشن پہلو تھا کہ جہاں کسی بدبخت دشمن نے آنحضور ﷺ کی ناموس اور عصمت اور حرمت پر کوئی ناپاک حملہ کیا، آپؑ کا ردِّ عمل اتنا شدید ہوا اور تعقب اتنا سخت اور قوی کہ ایک زلزلہ سا برپا ہو جاتا تھا اور دشمنِ اسلام کو عبرت ناک سزا دیئے بغیر آپؑ کو دل کا چین اور آرامِ جان میسر نہ آتا تھا۔بسا اوقات جب معترض اسلامی تعلیم پر اعتراض کرتے کرتے بدبختی سے آنحضرت ﷺ کی مقدس ذات اور مطہر کردار پر حملے شروع کر دیتا یا ازدواجِ مطہرات کو طعن کا نشانہ بنانے کی شرارت کرتا تو حضور کا پُر جلال ردِّ عمل اور جوابی حملے کا کروفر دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔کوئی شیرنی اپنے بچوں کے لئے ایسا نہ بپھرتی ہوگی، کسی غیرت مند بیٹے کو اپنی ماں کی حرمت کی ایسی حیا نہ ہوگی، کسی غیور نوجوان کو اپنے باپ کے بالوں کی سفیدی کا اتنا پاس نہ ہوگا جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے آقا محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت اور ناموس کی غیرت تھی۔یکدفعہ پلٹ کر ایسا شدید جوابی حملہ کرتے کہ دشمن کو ایک مرگی زدہ مریض کی طرح پچھاڑ کر پرے پھینکتے تھے۔

مخالفین کی طرف سے آپؑ پر ناواجب سختی کا جو الزام لگایا گیا ہے وہ پیشتر ایسے ہی موقعوں سے تعلق رکھتا ہے۔آپؑ مزاجاً بڑے حلیم، بڑے رؤف اور رحیم تھے، دکھ دینے والوں سے درگزر کرنے والے، خطاکاروں سے صرفِ نظر کرنے والے، لیکن آنحضور ﷺ کے خلاف گستاخی کا جرم آپؑ سے معاف نہیں کیا جاتا تھا۔سب ستم گوارا تھے یہ ایک ستم گوارا نہ تھا، سب ظلم برداشت تھے یہ ایک ظلم برداشت نہیں تھا۔آپؑ کے صحابہ نے اس پہلو سے جو آپؑ کو پایا اور سمجھا اُس کا اظہار اس دلچسپ واقعہ سے ہوتا ہے، ایک مرتبہ کسی بدگو دشمن نے آپؑ کی یعنی مسیح موعودؑ کی شان میں گستاخی کی تو اُس وقت آپؑ کے ایک صحابی سے برداشت نہ ہو سکا اور جواباً اُس نے بھی قدرے سختی کا برتاؤ کیا۔جب آپؑ کو اس کا علم ہوا تو اس جوابی سختی کو ناپسند فرمایا اور اسے صبر و برداشت کی تلقین فرمائی۔اس پر اس نے مؤدبانہ عرض کی یا حضرت جب آپؑ کے پیر یعنی محمد رسول اللہ ﷺ پر کوئی حملے کرتا ہے تو آپؑ سے برداشت نہیں ہوتا تو ہم کیسے برداشت کریں کہ آپ پر کوئی حملے کرے۔

(سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 30-29)

بسا اوقات ایسا ہوا کہ بعض بدزبان عیسائی دشمنوں نے آنحضور ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل بیت کے کردار پر سخت ناپاک حملے کئے ایسے موقعہ پر آپؑ کی جوابی کاروائی حمیّت اور حکمتِ عملی کی ایک حسین امتزاج کی حیثیت سے قیامت تک سنہرے حروف میں لکھے جانے کے لائق ہے۔اس سلسلے میں آپؑ کی ایک عبارت پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے آپؑ فرماتے ہیں ''عیسائی مشنریوں نے ہمارے رسول ﷺ کے خلاف بے شمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اس دجل کے ذریعہ ایک خلقِ کثیر کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے اس ہنسی اور ٹھٹھہ نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسول پاک ﷺ کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ان کے دل آزار طعن و تشنیع نے جو حضرت خیر البشر کی ذات والا صفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے۔خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھوں کی پتلیاں نکال پھینکی جائیں اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔پس اے میرے آسمانی آقا! تو ہم پر اپنی رحمت اور نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلائے عظیم سے نجات بخش۔''

(ترجمہ از عربی عبارت۔آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 15)

میں آخر پر صرف ایک دو اقتباس اس موضوع پر پیش کرتا ہوں کہ اس روحانی جنگ کا

آخری نتیجہ کیا نکلا؟ ایک وہ وقت تھا کہ عیسائی پادری یہ دعوے کر رہے تھے کہ صلیب کی چمک اب مکہ معظمہ اور مدینہ میں بھی جا کر اپنی چمکار دکھائے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب اسلامی جہاد کا آغاز فرمایا اُس وقت سے آج تک آپؑ کے غلاموں کو صلیب کو توڑنے اور عیسائیت کو شکست دینے کی وہ توفیق ملی اس کا اعتراف کرتے ہوئے آج کیا مسلمان اور کیا عیسائی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ یوسف سلیم چشتی کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں، آپ فرماتے ہیں ’’آج بلادِ مغرب میں ہی نہیں بلکہ ساری دنیا میں تبلیغی میدان پر احمدی حضرات قابض ہیں۔ یورپ او امریکہ کے علاوہ ان کے مبلغین اُن علاقوں اور جزیروں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہے ہیں جن کا نام بھی ہمارے عربی مدارس کے اکثر طلباء نے نہیں سنا ہوگا مثلاً مارشس، فجی، ٹرینیڈاڈ، سیرالیون وغیرہ۔‘‘

اسی طرح اخبار ’’الفتح‘‘ قاہرہ لکھتا ہے ’’میں نے دیکھا ہے..... کہ قادیانیوں نے تقریری اور تحریری طور پر مختلف زبانوں میں اپنی آواز بلند کی ہے۔ ایشیاء اور یورپ اور امریکہ اور افریقہ میں ان کے تبلیغی مراکز قائم ہو گئے ہیں جو ہر طرح سے علمی اور عملی طور ہر عیسائیوں کے مشنوں کے ہم پلہ ہیں لیکن تاکید اور کامیابی کی روح سے ان میں اور مسیحیوں میں کچھ بھی نسبت نہیں کیوں کہ قادیانی اسلامی حقائق اور حکمتوں کی وجہ سے عیسائیوں سے بدرجہا زیادہ کامیاب ہیں‘‘ مزید لکھا ’’مسلمانوں پر واجب نہیں کہ اہل یورپ اور امریکہ کے ذہنوں سے وہ فاسد خیالات درست کریں جو اسلام اور آنحضرت ﷺ کے متعلق رکھتے ہیں۔ یقیناً واجب ہے اور مسلمانوں کے سلاطین، علماء، اغنیاء اور فقراء کا فرض ہے مگر کون ہے جو اُن اوہام کو دور کرنے کے لئے جدوجہد کر رہا ہو؟ ہرگز کوئی نہیں۔ صرف اکیلے احمدی ہیں جو اپنے اموال اور جانوں کو خدا کی راہ میں خرچ کر رہے ہیں۔‘‘ ہاں اگر مسلمانوں کے زعماء اور مصلحین کھڑے بھی ہوں اور چلاتے چلاتے ان کی آواز بھرا جائے اور لکھتے لکھتے اُن کے قلم ٹوٹ جائیں تب بھی وہ تمام اسلامی دنیا سے مال اور کارناموں کے لحاظ سے اس کا دسواں حصہ بھی جمع نہیں کر سکتے جس قدر یہ چھوٹی سی مسیح موعودؑ کی جماعت خرچ کر رہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دوستوں اور دشمنوں سے سلوک

صفحہ ۲۴ سے آگے...

قادیان کے بعض آریہ سماجی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شدید مخالف تھے اور آپؑ کے خلاف ناپاک پراپیگنڈے میں حصہ لیتے رہتے تھے مگر جب بھی انہیں کوئی تکلیف پیش آتی یا کوئی بیماری لاحق ہوتی تو وہ اپنی کاروائیوں کو بھول کر آپؑ کے پاس دوڑے آتے اور آپؑ ہمیشہ اُن کے ساتھ نہایت درجہ ہمدردانہ اور محسنانہ سلوک کرتے اور اُن کی امداد میں خوشی پاتے۔ چنانچہ ایک صاحب قادیان میں لالہ بڈھامل ہوتے تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سخت مخالف تھے۔ جب قادیان میں منارۃ المسیح بننے لگا تو ان لوگوں نے حکام سے شکایت کی کہ اس سے ہمارے گھروں کی بے پردگی ہوگی اس لئے منارۃ المسیح کی تعمیر کو روک دیا جائے۔ اس پر ایک مقامی افسر یہاں آیا اور اُس کی معیت میں لالہ بڈھامل اور بعض دوسرے مقامی ہندو اور غیر احمدی اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن افسر صاحب کو سمجھایا کہ یہ شکایت محض ہماری دشمنی کی وجہ سے کی گئی ہے ورنہ اس میں بے پردگی کا کوئی سوال نہیں۔ اگر بالفرض کوئی بے پردگی ہوگی تو اس کا اثر ہم پر بھی ویسا ہی پڑے گا جیسا کہ اُن پر اور فرمایا کہ ہم تو صرف ایک دینی غرض سے یہ مینارہ تعمیر کروانے لگے ہیں ورنہ ہمیں ایسی چیزوں پر روپیہ خرچ کرنے کی کوئی خواہش نہیں۔ اس گفتگو کے دوران آپؑ نے اس افسر سے فرمایا اب یہ لالہ بڈھامل صاحب ہیں آپؑ ان سے پوچھیئے کہ کیا کبھی کوئی ایسا موقعہ آیا ہے کہ جب یہ مجھے نقصان پہنچا سکتے ہوں اور انہوں نے اس موقعہ کو خالی جانے دیا ہو اور پھر اُن سے ہی پوچھیئے کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ انہیں فائدہ پہنچانے کا کوئی موقعہ ملا ہو اور میں نے اس سے دریغ کیا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس گفتگو کے وقت لالہ بڈھامل اپنا سر نیچے ڈالے بیٹھے رہے اور آپؑ کے جواب میں ایک لفظ تک مونہہ پر نہیں لا سکے۔ (البدر 22 مئی 1903 صفحہ 103)

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وجود ایک مجسم رحمت تھا اسلام کے لئے اور رحمت تھا اُس پیغام کے لئے جسے لے کر وہ خود آیا تھا۔ وہ رحمت تھا اُس بستی کے لئے جس میں وہ پیدا ہوا اور رحمت تھا دنیا کے لئے جس کی طرف وہ مبعوث کیا گیا۔ وہ رحمت تھا اپنے اہل و عیال کے لئے اور رحمت تھا اپنے خاندان کے لئے اور رحمت تھا اپنے دوستوں کے لئے اور رحمت تھا اپنے دشمنوں کے لئے۔ اُس نے رحمت کے بیج کو چاروں طرف بکھیرا، اوپر بھی اور نیچے بھی، آگے بھی اور پیچھے بھی، دائیں بھی اور بائیں بھی مگر بدقسمت ہے وہ جس پر یہ بیج تو آکر گرا مگر اس نے ایک بنجر زمین کی طرح اسے قبول کرنے اور اگانے سے انکار کر دیا۔

(مطبوعہ الفضل 5 جون 1941)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دوستوں اور دشمنوں سے سلوک

(حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

دوستوں سے سلوک:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسا دل عطا کیا تھا جو محبت اور وفاداری کے جذبات سے معمور تھا۔ آپ اُن لوگوں میں سے تھے جنہوں نے کسی محبت کی عمارت کو کھڑا کر کے پھر اسے گرانے میں کبھی پہل نہیں کی۔ ایک صاحب مولوی محمد حسین بٹالوی، آپ کے بچپن کے دوست اور ہم مجلس تھے مگر آپؑ کے دعویٰ مسیحیت پر آ کر انہیں ٹھوکر لگ گئی اور انہوں نے نہ صرف دوستی کے رشتہ کو توڑ دیا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشد ترین مخالفوں میں سے ہو گئے اور آپؑ کے خلاف کفر کا فتویٰ لگانے میں پہل کی مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں آخر وقت تک ان کی دوستی کی یاد زندہ رہی اور گو آپؑ نے خدا کی خاطر اُن سے قطع تعلق کر لیا اور اُن کی فتنہ انگیزیوں کے ازالہ کے لئے اُن کے اعتراضوں کے جواب میں زوردار مضامین بھی لکھے مگر اُن کی دوستی زمانہ کو کبھی نہیں بھولے اور اُن کے ساتھ قطع تعلق ہو جانے کو ہمیشہ تلخی کے ساتھ یاد رکھا۔ چنانچہ اپنے آخری زمانہ کے اشعار میں مولوی محمد حسین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

قَطَعْتَ وِدَادً قَسْ غَرَسْنَاهُ فِي الصَّبَا

وَ لَيْسَ فُؤَادِيْ فِي الْوِدَادِ يُقَصِّرُ

''یعنی تو نے تو اپنی اس محبت کے درخت کو کاٹ دیا جو ہم دونوں نے مل کر بچپن میں لگایا تھا میرا دل محبت کے معاملہ میں کوتاہی کرنے والا نہیں ہے''۔ (براہین احمدیہ جلد پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 335)

جب کوئی دوست کچھ عرصہ کی جدائی کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملتا تو اسے دیکھ کر آپؑ کا چہرہ یوں شگفتہ ہو جاتا تھا جیسے کہ ایک بند کلی اچانک پھول کی صورت میں کھل جاوے اور دوستوں کے رخصت ہونے پر آپ کے دل کو صدمہ پہنچتا تھا۔ جب آپؑ نے اپنے بڑے فرزند اور ہمارے بڑے بھائی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے قرآن شریف ختم کرنے پر آمین لکھی اور اس تقریب پر بعض بیرونی دوستوں کو بھی بلا کر اپنی خوشی میں شریک فرمایا تو آپؑ نے اس آمین میں اپنے دوستوں کے آنے کا ذکر بھی کیا اور پھر ان کے واپس جانے کا خیال کر کے اپنے غم کا بھی اظہار فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں

مہماں جو کر کے الفت آئے ہیں بصد محبت

دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت

پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقتِ رخصت

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑے گا جو ملا ہے

گر سو برس رہا ہے آخر کو پھر جدا ہے

شکوہ کی کچھ نہیں جا یہ گھر ہی بے بقا ہے

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اوائل میں آپ کا قاعدہ تھا کہ آپؑ اپنے دوستوں اور مہمانوں کے ساتھ مل کر مکان کے مردانہ حصہ میں کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور یہ مجلس اس بے تکلفی کی ہوتی تھی اور ہر قسم کے موضوع پر ایسے غیر رسمی رنگ میں گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا تھا کہ گویا ظاہری کھانے کے ساتھ علمی اور روحانی کھانے کا بھی دسترخوان بچھ جاتا تھا۔ ان موقعوں پر آپؑ ہر مہمان کا خود ذاتی طور پر خیال رکھتے اور اس بات کی نگرانی فرماتے تھے کہ ہر شخص کے سامنے دسترخوان کی ہر چیز پہنچ جائے۔ عموماً ہر مہمان کے متعلق خود دریافت فرماتے تھے کہ اسے کسی خاص چیز مثلاً دودھ یا چائے یا پان وغیرہ کی عادت تو نہیں اور پھر حتیٰ الوسع ہر ایک کے لئے اُس کی عادت کے مطابق چیز مہیا فرماتے۔ جب کوئی خاص دوست قادیان سے واپس جانے لگتا تو آپؑ عموماً اس کی مشایعت کے لئے ڈیڑھ دو دو میل تک اس کے ساتھ جاتے اور بڑی محبت کے اور عزت کے ساتھ رخصت کر کے واپس آتے تھے۔

آپؑ کو یہ بھی خواہش رہتی تھی کہ جو دوست قادیان میں آئیں وہ حتیٰ الوسع آپؑ کے پاس آپؑ کے مکان کے ایک حصہ میں ہی قیام کریں اور فرمایا کرتے تھے کہ زندگی کا اعتبار نہیں جتنا عرصہ پاس رہنے کا موقع مل سکے غنیمت

سمجھنا چاہیئے۔اس طرح آپؑ کے مکان کا ہر حصہ گویا ایک مستقل مہمان خانہ بن گیا تھا اور کمرہ کمرہ مہمانوں میں بٹا رہتا تھا مگر جگہ کی تنگی کے باوجود آپؑ اس طرح دوستوں کے ساتھ مل کر رہنے میں انتہائی راحت پاتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ معززین جو آج کل بڑے بڑے وسیع مکانوں اور کوٹھیوں میں رہ کر بھی تنگی محسوس کرتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک ایک کمرہ میں سمٹے ہوئے رہتے تھے اور اُس میں خوشی پاتے تھے۔

قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد صاحب کے زمانہ کا ایک پھلدار باغ ہے جس میں مختلف قسم کے ثمر دار درخت ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ طریق تھا کہ جب پھل کا موسم آتا تو اپنے دوستوں اور مہمانوں کو ساتھ لے کر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور موسم کا پھل تڑوا کر سب دوستوں کے ساتھ مل کر نہایت بے تکلفی سے نوش فرماتے۔اُس وقت یوں نظر آتا تھا گویا ایک مشفق باپ کے اردگرد اُس کی معصوم اولاد گھیرا ڈالے بیٹھی ہے۔مگر ان محفلوں میں کبھی کوئی لغو بات نہیں ہوتی تھی بلکہ ہمیشہ نہایت پاکیزہ اور اکثر اوقات دینی گفتگو ہوا کرتی تھی اور بے تکلفی اور محبت کے ماحول میں علم و معرفت کا چشمہ جاری رہتا تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تعلقات دوستی کے تعلق میں ایک اور بات بھی قابلِ ذکر ہے اور وہ یہ ہے کہ آپؑ کی دوستی کی بنیاد اس اصول پر تھی کہ الحب فی ا و البغض فی الله یعنی دوستی اور دشمنی دونوں خدا کے لئے ہونی چاہئیں نہ کہ اپنے نفس کے لئے یا دنیا کے لئے۔اسی لئے آپؑ کی دوستی میں امیر و غریب کا کوئی امتیاز نہیں تھا اور آپؑ کی محبت کے وسیع دریا سے بڑے اور چھوٹے ایک سا حصہ پاتے تھے۔

دشمنوں سے سلوک:

قرآن شریف فرماتا ہے:

وَلَا یَجْرِ مَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (المائدہ9) یعنی اے مسلمانو! چاہئے کہ کسی قوم یا فرقہ کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان کے معاملہ میں عدل و انصاف کا طریق ترک کر دو بلکہ تمہیں ہر حال میں ہر فریق اور ہر شخص کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرنا چاہئے۔قرآنِ شریف کی یہ زریں تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا نمایاں اصول تھی۔آپؑ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں کسی شخص کی ذات سے عداوت نہیں ہے بلکہ صرف جھوٹے اور گندے خیالات سے دشمنی ہے۔اس اصول کے ماتحت جہاں تک ذاتی امور کا تعلق ہے آپؑ کا اپنے دشمنوں کے ساتھ نہایت درجہ مشفقانہ سلوک تھا اور اشد ترین دشمن کا درد بھی آپؑ کو بے چین کر دیتا تھا۔چنانچہ جیسا کہ آپؑ کے سوانح کے حالات گذر چکے ہے جب آپؑ کے بعض چچازاد بھائیوں نے جو آپؑ کے خونی دشمن تھے،آپؑ کے مکان کے سامنے دیوار کھینچ کر آپؑ کو اور آپؑ کے مہمانوں کو سخت تکلیف میں مبتلا کر دیا تھا اور پھر بالآخر مقدمہ میں خدا نے آپؑ کو فتح عطا کی اور ان لوگوں کو خود اپنے ہاتھ سے دیوار گرانی پڑی تو اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وکیل نے آپؑ سے اجازت لینے کے بغیر اُن لوگوں کے خلاف خرچہ کی ڈگری جاری کروا دی۔اس پر یہ لوگ بہت گھبرائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عاجزی کا خط بھجوا کر رحم کی التجا کی۔آپؑ نے نہ صرف ڈگری کے اجراء کو فوراً رکوا دیا بلکہ اپنے اُن خونی دشمنوں سے معذرت بھی کی کہ میری لاعلمی میں یہ کاروائی ہوئی ہے جس کا مجھے افسوس ہے اور اپنے وکیل کو ملامت فرمائی کہ ہم سے پوچھے بغیر خرچہ کی ڈگری کا اجراء کیوں کروایا گیا ہے۔اگر اس موقعہ پر کوئی اور ہوتا تو وہ دشمن کی ذلت اور تباہی کو انتہا تک پہنچا کر صبر کرتا مگر آپؑ نے ان حالات میں بھی احسان سے کام لیا اور اس بات کا شاندار ثبوت پیش کیا کہ آپؑ کو صرف گندے خیالات اور گندے اعمال سے دشمنی ہے کسی سے ذاتی عداوت نہیں اور یہ کہ ذاتی معاملات میں آپؑ کے دشمن بھی آپؑ کے دوست ہیں۔

اسی طرح یہ واقعہ بھی اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ جب ایک خطرناک خونی مقدمہ میں جس میں آپؑ پر اقدامِ قتل کا الزام تھا،آپؑ کا اشد ترین مخالف مولوی محمد حسین بٹالوی آپؑ کے خلاف بطور گواہ پیش ہوا اور آپؑ کے وکیل نے مولوی صاحب کی گواہی کو کمزور کرنے کے لئے اُن کے بعض خاندانی اور ذاتی امور کے متعلق ان پر جرح کرنی چاہی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی ناراضگی کے ساتھ اپنے وکیل کو روک دیا اور فرمایا کہ خواہ کچھ ہو میں اس قسم کے سوالات کی اجازت نہیں دے سکتا اور اس طرح گویا اپنے جانی دشمن کی عزت و آبرو کی حفاظت فرمائی۔

اسی طرح جب پنڈت لیکھرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق لاہور میں قتل ہوئے اور آپؑ کو اس کی اطلاع پہنچی تو گو پیشگوئی پورا ہونے پر آپؑ خدا تعالیٰ کا شکر بجا لائے مگر ساتھ ہی انسانی ہمدردی میں آپؑ نے پنڈت لیکھرام کی موت پر افسوس کا بھی اظہار کیا اور بار بار فرمایا کہ ہمیں یہ درد ہے کہ پنڈت صاحب نے ہماری بات نہیں مانی اور خدا اور اس کے رسولؐ کے متعلق گستاخی کے طریق کو اختیار کر کے اور ہمارے ساتھ مباہلہ کے میدان میں قدم رکھ کر اپنی تباہی کا بیج بولیا۔

بقیہ مضمون صفحہ ۲۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔